ہفت روزہ
خدام الدین لاہور
بیادگار
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی
شیرانوالہ دروازہ لاہور
۱۵ر صفر المظفر ۱۳۸۷ھ
۲۶ر مئی ۱۹۶۷ء
یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ◎ لاہور
ہدیہ ۲۵ پیسے

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: دَعَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِدُعَاءٍ کَثِیْرٍ لَمْ نَحْفَظْ مِنْہُ شَیْئًا، قُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ دَعَوْتَ بِدُعَاءٍ کَثِیْرٍ لَمْ نَحْفَظْ مِنْہُ شَیْئًا، فَقَالَ: اَلَا اَدُلُّکُمْ عَلٰی مَا یَجْمَعُ ذٰلِکَ کُلَّہٗ؛ تَقُوْلُ: اَللّٰہُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ مِنْ خَیْرِ مَا سَاَلَکَ مِنْہُ نَبِیُّکَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَکَ مِنْہُ نَبِیُّکَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَنْتَ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَیْکَ الْبَلَاغُ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ، رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ

ترجمہ: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی دعائیں بیان فرمائیں کہ ہم ان میں سے کچھ بھی محفوظ نہ رکھ سکے ہم نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا۔ کہ یا رسول اللہ آپ نے بکثرت دعائیں فرمائی ہیں۔ کہ ہم ان میں سے کچھ بھی محفوظ نہ کر سکے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔ کیا میں تم کو ایک ایسی دعا نہ بتلا دوں جو سب دعاؤں کو جامع ہو یہ دعا کیا کرو۔ اے اللہ میں تجھ سے ہر اس نیکی کو طلب کرتا ہوں جس کا مطالبہ تجھ سے تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا۔ اور ہم ہر اس برائی سے تیرے ذریعہ پناہ مانگتے ہیں جس سے تیرے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی ہے، اور تو ہی ہے مددگار اور تجھی پر ہے پہنچا دینا، اور نہیں ہے باز رہنا گناہ سے۔ اور نہ طاقت نیکی کی مگر تیری مدد سے ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا، اور کہا حدیث حسن ہے۔

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: کَانَ مِنْ دُعَاءِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ اَللّٰہُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِکَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِکَ، وَالسَّلَامَةَ مِنْ کُلِّ اِثْمٍ وَالْغَنِیْمَةَ مِنْ کُلِّ بِرٍّ وَالْفَوْزَ بِالْجَنَّةِ وَالنَّجَاةَ مِنَ النَّارِ" رَوَاہُ الْحَاکِمُ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰہِ وَقَالَ: حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ عَلٰی شَرْطِ مُسْلِمٍ۔

ترجمہ۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں میں سے یہ دعا بھی تھی۔ کہ اے اللہ! میں تجھ سے تیری رحمت کے اسباب مانگتا ہوں۔ اور تیری مغفرت کے اسباب اور بچا رہنا ہر گناہ سے، اور لوٹ ہر نیکی سے اور کامیابی جنت کے ساتھ اور نجات (دوزخ کی) آگ سے امام حاکم ابوعبداللہ نے (مستدرک میں) اس حدیث کو.... روایت کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ حدیث صحیح ہے۔ مسلم کی شرط پر۔

وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّہٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: مَا مِنْ عَبْدٍ مُسْلِمٍ یَدْعُوْ لِاَخِیْہِ بِظَهْرِ الْغَیْبِ اِلَّا قَالَ الْمَلَکُ وَلَکَ بِمِثْلٍ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرما رہے تھے۔ کہ جو کوئی مسلمان بندہ اپنے بھائی کے لئے اس کی پیٹھ پیچھے دعا کرتا ہے۔ تو ایک فرشتہ کہتا ہے، کہ تیرے لئے بھی اتنا ہی (اور ایسا ہی) ہو (مسلم)

وَعَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقُوْلُ: دَعْوَةُ الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ لِاَخِیْہِ بِظَهْرِ الْغَیْبِ مُسْتَجَابَةٌ: عِنْدَ رَاْسِہٖ مَلَکٌ مُوَکَّلٌ کُلَّمَا دَعَا لِاَخِیْہِ بِخَیْرٍ قَالَ الْمَلَکُ الْمُوَکَّلُ بِہٖ: اٰمِیْنَ وَلَکَ بِمِثْلٍ رَوَاہُ مُسْلِمٌ

ترجمہ۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرما رہے تھے۔ کہ مسلمان آدمی کی دعا اپنے بھائی کے لئے اس کے پس پشت قبول ہوتی ہے۔ اور اس کے سر کے پاس ایک فرشتہ مؤکل کھڑا رہتا ہے جب مسلمان اپنے بھائی کے لئے دعاء خیر کرتا ہے۔ تو وہ مؤکل فرشتہ آمین کہتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ تیرے لئے بھی اتنا ہی ہے۔ (مسلم)

وَعَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَیْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ صُنِعَ اِلَیْہِ مَعْرُوْفٌ لِفَاعِلِہٖ جَزَاکَ اللّٰہُ خَیْرًا فَقَدْ اَبْلَغَ فِی الثَّنَاءِ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

ترجمہ۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ جس شخص کے ساتھ کوئی بھلائی کا معاملہ کیا گیا۔ اور اس نے اس کے کرنے والے سے کہا، جزاک اللہ خیراً (یعنی تجھے اللہ بہترین بدلہ دے)، تو اس نے اس کی تعریف اور بدلہ کامل طریقہ سے ادا کر دیا (ترمذی نے اس حدیث کو ذکر کیا۔ اور کہا حدیث حسن صحیح ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَا تَدْعُوْا عَلٰی اَنْفُسِکُمْ وَلَا تَدْعُوْا عَلٰی اَوْلَادِکُمْ وَلَا تَدْعُوْا عَلٰی اَمْوَالِکُمْ لَا تُوَافِقُوْا مِنَ اللّٰہِ سَاعَةً یُسْاَلُ فِیْہَا عَطَاءٌ فَیَسْتَجِیْبَ لَکُمْ رَوَاہُ مُسْلِمٌ

ترجمہ۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ نہ بددعا کرو اپنی جانوں کے لئے اور نہ بددعا کرو اپنی اولاد کے لئے، اور نہ بددعا کرو اپنے مالوں کے لئے، کیونکہ ممکن ہے کہ یہ بددعا کی ساعت اس ساعت کے موافق ہو جائے جس میں حق تعالیٰ سے عطا کا سوال کیا جاتا ہے۔ اور تمہاری یہ بددعا بھی قبول کر لی جائے (مسلم)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہفت روزہ — لاہور

خدام الدین

ایڈیٹر: مناظر حسین نظر — ٹیلیفون ٦٧٥٤٥

سالانہ گیارہ روپے — ششماہی چھ روپے

جلد ۱۳ — ۱۵ صفر المظفر ۱۳۸۷ھ مطابق ۲۶ مئی ۱۹۶۷ء — شمارہ ۲۰

اسرائیل کو جارحیت سے روکیے!

اسرائیل کا وجود عرب ممالک کے لئے ایک خطرناک ناسور کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے قیام کے پس پردہ برطانوی اور امریکی سامراج کے کیا کیا شرمناک منصوبے ہیں وہ روزِ اوّل ہی سے بے نقاب ہونے لگے تھے۔ اور دنیا نے جان لیا تھا کہ سامراجی اپنے اس خانہ ساز مہرے کو کیوں اور کس طرح استعمال کریں گے۔ چنانچہ سب سے پہلے برطانیہ اور فرانس کی مدد سے اسرائیل نے مصر پر حملہ کیا تھا مگر اپنی امید کے خلاف نہ صرف خود پٹا بلکہ اپنے پشت پناہوں کے وقار کو بھی لے ڈوبا ـــــ اب چند دنوں سے شام اور اسرائیل کے درمیان سرحدی کشیدگی کے تشویشناک حد تک بڑھ جانے کی متواتر خبریں آ رہی ہیں۔ اور کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ کل طلوع ہونے والا سورج اپنے ساتھ انسانوں کے لئے مصائب و شدائد کا کیا نیا طوفان لائے۔

ظاہر ہے کہ مغربی سامراجیوں نے اسرائیل کو عالمِ عرب میں قائم ہی اس لئے کیا تھا کہ جب چاہیں ممالک عربیہ کے لئے پریشانی کا سامان پیدا کر دیں۔ اور اس طرح اپنے اثر و نفوذ اور معاشی استحصال کو تقویت پہنچا سکیں۔ بدقسمتی سے عرب ممالک اپنے داخلی انتشار کی وجہ سے استعماری طاقتوں کی اس عیاری کو پوری طرح بھانپنے سے قاصر رہے ہیں۔ ورنہ وہ باہمی اتحاد و یگانگت سے ایسی طاقت میں تبدیل ہو سکتے ہیں۔ جس کے سامنے سامراجیوں کی سازشوں، ریشہ دوانیوں اور اشتعال انگیزیوں کا قلع قمع ہو سکتا ہے۔ اب جبکہ اسرائیل نے جدید اسلحہ سے لیس تین ڈویژن فوج شام کی سرحد پر لا کھڑی کی ہے اور متحدہ عرب جمہوریہ نے بھی ہنگامی حالت کا اعلان کر دیا ہے ہمیں ان سامراجی ارادوں کو طشت از بام کرنے کی ضرورت ہے جو اسرائیلی خطرہ کی شکل میں عرب ممالک پر منڈلا رہے ہیں۔ دراصل امریکہ ویت نام میں جنگ کے باعث عالمی سطح پر جو بدنامی مول لے چکا ہے اسے کم کرنے اور عالمی رائے کی توجہ دوسری طرف پھیرنے کے لئے یہ چاہتا ہے۔ کہ اسرائیل جارحانہ سرگرمیوں کو تیز کر دے تاکہ امریکہ کو اپنی خفت مٹانے اور استعماری منصوبوں کو پورا کرنے کا موقعہ مل جائے۔

بعض مبصرین کے نزدیک ستمبر ۶۵ء میں پاکستان پر بھارت کا جارحانہ حملہ بھی امریکہ کی اسی مذموم خواہش و کوشش کی ایک کڑی تھا۔ اسی طرح برطانیہ اور فرانس کو بھی سویز کے معاملے پر مصر سے شکست کا داغ نہیں بھولا ہوگا اور کچھ عجب نہیں کہ وہ بھی اسرائیل کی طرف سے سویز کی طرف پیش قدمی کرنے کا موقع پیدا کرنے کی فکر میں ہوں۔ پھر معلوم ہوتا ہے کہ ادارۂ اقوامِ متحدہ خود مشرقِ وسطیٰ کو شعلہ بداماں دیکھنا چاہتا ہے۔ ورنہ اگر عالمی امن کا تحفظ مقصود ہوتا تو اُسے اسرائیل کی تخریبی اور اشتعال انگیز کارروائیوں کے خلاف بلاتاخیر موثر اقدام کرنے کی ضرورت تھی ـــ بہرحال مشرقِ وسطیٰ کا امن اگر تباہ ہوا تو اس کی ذمہ داری سامراجی طاقتوں پر ہو گی۔ یہ ایک انمٹ حقیقت ہے کہ ممالک عربیہ اور دیگر تمام اسلامی ممالک کا آپس میں گہرا دینی اور تہذیبی رشتہ ہے۔ اور اگر اسرائیل نے سامراجیوں کی شہ پر شام پر حملہ کیا۔ تو سارے عالمِ اسلام کو وہ اپنے مقابلے پر صف آرا دیکھے گا۔ اور پاکستانی مسلمان بھی اس سلسلے میں کسی سے پیچھے نہیں رہیں گے۔ اسے یہ بات نہیں بھولنی چاہئے کہ جو ریاست سامراجی سازش کے نتیجے میں قائم ہوتی ہو وہ کسی وقت بھی حرفِ غلط کی طرح مٹ سکتی ہے اور انشاء اللہ مٹ کر رہے گی۔

عربی متن کے بغیر قرآن حکیم

بعض قارئین خدام الدین نے شکایۃً لکھا ہے کہ کچھ لوگ ابھی تک عربی متن کے بغیر قرآن حکیم فروخت کرتے ہیں۔ یہ شکایت خاصی پرانی ہے اور ادارہ خدام الدین پہلے بھی اس کے خلاف آواز اٹھا چکا ہے مگر اس کے باوجود بسوں اور ریل گاڑیوں کے ڈبوں میں بعض افراد اردو کا قرآن مجید یعنی صرف قرآن حکیم کی آیاتِ مقدسہ کا ترجمہ بلا متنِ عربی فروخت کرتے دیکھے جاتے ہیں۔ ایسے قرآن کا مطالعہ از روئے شریعت کسی صورت بھی قابلِ ثواب نہیں بلکہ الٹا گناہ کبیرہ اور مسلمان کو اصل قرآنِ کریم سے رُوگرداں کرنے کا ایک مذموم منصوبہ ہے۔ اصل چیز آیاتِ قرآنی کی تلاوت ہے۔ عربی کا سیکھنا اسی لئے نہایت ضروری ہے کہ کلام پاک کی تلاوت کرتے وقت آیات کے مطالب و مفاہیم سمجھ میں آتے جائیں۔ عربی نہ جاننے کی وجہ سے ہم اردو ترجمہ کے محتاج ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا اس صورت میں آیاتِ مقدسہ کے ساتھ ساتھ ثقہ علمائے کرام کے تراجم (جو آیات کے نیچے لکھے ہوتے ہیں) کا مطالعہ کر کے اپنے آپ کو احکامِ خداوندی سے روشناس اور ان پر عمل کرنے کا پابند بنانا فرض ہے ــ ہر مکتبِ فکر کے علمائے کرام کے کئے گئے ایسے تراجم اور تفاسیر بآسانی دستیاب ہو سکتے ہیں۔

ہم حکومت سے پرزور درخواست کرتے ہیں کہ وہ بلا متنِ عربی کے اردو کے قرآن کی جملہ طبع شدہ جلدیں فوری طور پر ضبط کرے۔ اور محض ترجمہ کی اشاعت ممنوع قرار دے۔

(باقی صفحہ ٦ پر)

مجلس ذکر

یکم صفر المظفر ۱۳۸۷ھ بمطابق ۱۲ مئی ۱۹۶۷ء

محاسبۂ نفس

حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب مدظلہ العالی

مرتبہ: خالد سلیم ایم اے

الحمد للہ وکفی وسلامٌ علی عبادہ الذین اصطفی: امّا بعد:
فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:

اللہ تعالیٰ کا احسان و فضل ہے کہ ہمیں صحت و تندرستی کے ساتھ اپنی یاد کی توفیق عطا فرمائی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں مزید ذکر اللہ اور نیک اعمال کرنے کی ہمت و توفیق عطا فرمائے (آمین)

ذکر اللہ ہی ہماری نجات کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے:

قُوْا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا۔

اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔

اسلام ہر چھوٹے بڑے کو ذمہ دار بناتا ہے۔ اگر ہر ایک اپنی ذمہ داری محسوس کرے عوام خود اسلامی تعلیمات پر عمل کریں۔ اور حکومت اسلامی قوانین کو نافذ کرے۔ تو سارے جھگڑے ختم ہو جاتے ہیں۔ اور معاشرہ بالکل ٹھیک ہو جاتا ہے۔

لیکن افسوس ہے کہ آج عوام حکومت پر الزام دیتے ہیں اور حکومت عوام پر۔ دونوں میں سے کوئی بھی اپنی ذمہ داریاں محسوس نہیں کرتا۔ اسی وجہ سے معاشرہ خراب سے خراب تر ہوتا جا رہا ہے اور اسلام سے دُور ہوتا جا رہا ہے۔

آج مسلمان اسلام، ایمان اور اخلاق کی باتوں کو ترک کر رہے ہیں۔ اسلام کے خلاف سود، رشوت، بے ایمانی، دھوکہ بازی عروج پر ہے جس چیز سے اللہ اور اس کا رسول ناراض ہوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سودی کاروبار کرنے والوں کے خلاف اعلان جنگ کریں کیا وہ ٹھیک ہو سکتا ہے۔ اور کیا صحیح اور کھرا مسلمان سود لینے اور دینے کی جرأت کر سکتا ہے۔ حدیث میں ہے:

اللہ تعالیٰ پاک ہے اور پاک چیزوں ہی کو قبول کرتا ہے۔ جس طرح نماز کے لئے ظاہری طہارت اور جگہ کا پاک ہونا شرط ہے۔ اسی طرح نیکی کی قبولیت کے لئے حلال خورد و نوش ضروری ہے۔ جس کاروبار سے اللہ اور اس کا رسول ناراض ہوں کیا اس کی کمائی حلال ہو گی؟ ہرگز نہیں۔ سودی کاروبار بالکل حرام ہے۔

حضرات! آپ موت کے دن بدن قریب ہوتے جا رہے ہیں آپ کی عمر بڑھ نہیں رہی بلکہ گھٹ رہی ہے۔ اب ضرورت اس بات کی ہے کہ آپ اپنا محاسبہ کریں، اپنی کمزوریوں اور کوتاہیوں کو دور کرنے کی کوشش کریں اور اپنی زندگی کا پروگرام اسلامی اصولوں کے مطابق بنائیں، اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کو محسوس کریں۔

صحیح معنوں میں سچا، کھرا اور اصل مسلمان وہی ہے جو زبان سے، دل سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر حکم کو صحیح اور حق جانے۔ اور اس کے مطابق اپنی زندگی کو گذارے۔

تعلیماتِ قرآن پر عمل کے بغیر انسان مومن و مسلمان ہو ہی نہیں سکتا۔ اسلام کی رنگت صوفیائے کرام اور اللہ والوں کی صحبت میں بیٹھنے سے چڑھتی ہے۔

حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ رنگ ہے قرآن، رنگ فروش ہیں علمائے کرام اور رنگساز ہیں صوفیائے کرام۔ جو انسان بھی اللہ والوں کی صحبت میں مدتِ مدید تک بیٹھے گا اس کی اصلاحِ حال ہو جائے گی وہ صحیح، کھرا اور سچا مسلمان بن جائے گا۔

حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ والوں کی صحبت میں ادب سے بیٹھنے سے وہ موتی نصیب ہوتے ہیں جو بادشاہوں کے تاجوں میں بھی نہیں ہوتے۔

حدیث میں ہے کہ جو چھوٹوں سے پیار و شفقت اور بڑوں کا ادب اور علماء کی عزت نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ یعنی مسلمان نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق و ہمت عطا فرمائے، اپنی یاد کثرت سے کرنے، چھوٹوں سے پیار اور بڑوں کا ادب کرنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

اللہ تعالےٰ آپ پر اپنے انعامات کی بارش کرتا ہے۔ آپ کو صحت و تندرستی عطا کی ہے اس لئے آپ اللہ تعالےٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کریں۔ کثرت سے ذکر اللہ کریں۔ نیکی کی اشاعت کریں، اپنے دائرہ اختیار میں لوگوں کو اسلام و عمل کی طرف راغب کریں۔

اللہ تعالےٰ ہم سب کو ہمت و توفیق عطا فرمائے اور خاتمہ ایمان کامل پر فرمائے۔ (آمین یا الٰہ العالمین)

شعری تبصرے

ذوق و عبرت

از: فیض لودھیانوی لاہور

شریعت اور طریقت

حق تعالےٰ کی رضا پیشِ نظر رکھتے ہوئے
آدمی حکم بجا لائے شریعت یہ ہے
اور تعمیل میں اخلاص و عقیدت کے طفیل
قلب پر کیف و اثر چھائے طریقت یہ ہے

ذکر و فکر

عمر بھر اپنی بہتری کے لئے
جستجو کر خدا کے ذکر کے ساتھ
یک پل موت سے نہ ہو غافل
زندہ رہ عاقبت کی فکر کے ساتھ

۸ صفر المظفر ۱۳۸۷ھ بمطابق ۱۹ مئی ۱۹۶۷ء

انقلابِ عظیم برپا کرنے والے چار اصول

حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحب مدظلہ العالی

الحمد للہ وکفٰی وسلامٌ علیٰ عبادہ الّذین اصطفٰی : امّا بعد : فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم،
بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم:

وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۝ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۝ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝

(پ ۳۰ - س العصر)

ترجمہ: قسم ہے زمانے کی ۔ کہ بے شک انسان بڑے خسارے میں ہے مگر ہاں وہ لوگ جو ایمان لائے۔ اور وہ نیک اعمال کے پابند رہے۔ اور ایک دوسرے کو دین حق پر قائم رہنے کی تاکید کرتے رہے اور نیز ایک دوسرے کو صبر و تحمل کی فہمائش کرتے رہے۔

زمانۂ جاہلیت میں بعض لوگ ایک دوسرے کے دوست تھے بعض دوست مسلمان ہو گئے بعض کفر پر قائم رہے۔ جو لوگ کفر پر قائم رہے وہ مسلمانوں کو طعنہ دیتے تھے کہ تم تو بڑے سمجھ دار تھے تم کیسے مسلمان ہو گئے۔ اور تم نے اپنی عمر کو تباہ کر لیا — اسی قسم کی گفتگو ایک دفعہ کلاہ بن اسد نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کی۔ انہوں نے فرمایا تو بے وقوف ہے جو آدمی امرِ حق کو قبول کرتا ہے وہ ٹوٹے اور نقصان میں نہیں پڑتا۔ خسارے میں وہ ہوتا ہے جو امرِ حق کے قبول کرنے سے منہ پھیرتا ہے۔ اس پر اللہ تعالےٰ نے یہ سورت عصر نازل فرمائی۔ (کشف الرحمٰن)

حاصل یہ نکلا کہ اللہ تعالےٰ نے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن گوارا نہ فرمایا۔ اور اپنے نبی کے صحابہؓ کی تائید فرمائی۔ دوسرے ان چھوٹی سی تین آیات میں اللہ تعالیٰ نے راہِ نجات اور انسان کی کامیابی و کامرانی کے لیے چار اصول بیان فرما دیے جو رہتی دنیا تک قائم رہیں گے۔ ارشاد ہے کہ زمانہ ہر لمحہ گذرتا چلا جا رہا ہے اگر زمانہ کو یونہی گذرنے دیا تو انسان گھاٹے میں رہے گا۔ اسے چار باتیں کرنی چاہئیں۔ (۱) اللہ پر، اس کے رسولؐ پر اور آخرت پر ایمان لائے (۲) ایک دوسرے سے مل جل کر نیک کاموں میں مصروف رہے (۳) آپس میں ایک دوسرے کو حق اور سچائی پر قائم رہنے کی ہدایت کرتا رہے (۴) اچھے کاموں سے کبھی نہ اکتائے اور مصیبت میں ہمت نہ ہارے اور دوسروں سے بھی یہی کہتا رہے — چنانچہ زمانے کی تاریخ شاہد ہے کہ جنہوں نے یہ باتیں اختیار نہ کیں ان کو کبھی اصلی کامیابی نصیب نہ ہوئی اور نہ آئندہ ہوگی۔

غرض زمانہ گواہ ہے، تاریخ شہادت دیتی ہے اور کائناتِ ارضی کا ذرّہ ذرّہ شاہد ہے کہ جن اشخاص نے سورۃ عصر میں بیان کردہ چار اصول ایمان، اعمالِ صالح، تواصی بالحق، تواصی بالصبر کو مشعلِ راہ بنایا زندگی میں کامیاب و کامران رہے۔ جن جن اقوام نے ان اصولِ اربعہ کو اپنایا اور ان کی روشنی میں زندگی کے خطوط معیّن کیے وہ دنیا میں سربلند و سرافراز رہیں اور منزلِ مقصود نے ہمیشہ اُن کے قدم چومے۔ اس کے برعکس جن جن ملل نے ان اصولوں سے انحراف کیا اور رُوگردانی کی وہ کبھی منزل کی گرد کو بھی نہ پا سکیں اور صفحۂ ہستی سے یوں مٹا دی گئیں جیسے ان کا کوئی نشان ہی نہ تھا۔

حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کی سیرت اقدس کو لے لیجئے کہ جب آپؐ نے توحیدِ خداوندی کا آوازہ بلند کیا اور جن حالات میں اعلانِ حق کی صدا اٹھائی۔ کون کہہ سکتا تھا کہ یہ آواز اقصائے عالم میں گونجے گی اور دنیا کے گوشے گوشے سے لوگ اس پر پروانہ وار لپکیں گے لیکن آج آپ دیکھ رہے ہیں کہ دنیا کا کوئی خطّہ ایسا نہیں جہاں یہ آواز نہ پہنچی ہو اور وہاں کے رہنے والوں کے قلوب و ارواح کی دنیا اس آواز نے بدل کر نہ رکھ دی ہو!

حضرات محترم! کیا یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم معجزہ اور ان اصولِ اربعہ پر عمل کا نتیجہ نہیں کہ آپ نے سخت سے سخت اور شدید سے شدید تر دشمنوں کو چند ہی سال میں اپنا گرویدہ اور جاں نثار و فداکار خادم بنا لیا؟ وہ جو کل تک آپؐ کی جان کے دشمن اور خون کے پیاسے تھے، جنہوں نے ایسی ایسی سفاکیاں کی تھیں اور ظلم و ستم کے وہ پہاڑ توڑے تھے کہ جنہیں دیکھ کر انسانیت لرز اُٹھی اور تہذیب و شرافت کانپنے لگے وہ بے دام کے غلام بن گئے۔ وہ جنہوں نے آپؐ کو ہجرت پر مجبور کیا تھا اور آپؐ کے سر کے عوض انعام مقرر کرنے والے تھے آپؐ کے پسینے کی جگہ خون بہانے والے اور اسے سعادتِ دارین سمجھنے والے بن گئے۔

تاریخ کے صفحات الٹیے! تو صاف دکھائی دے گا کہ ابوسفیانؓ کا نام اسلام کے نام کے ساتھ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے ساتھ ایسی خصوصیت رکھتا ہے کہ قیامت تک علیحدہ نہیں کیا جا سکتا۔ بعثت سے لے کر فتح مکہ تک پورے اکیس سال ابوسفیان اسلام اور داعیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت ترین دشمن رہا اور اس نے اسلام کو مٹانے اور مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ اس کی بیوی ہندہ نے سید الشہداء امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا کلیجہ نکال کر چبایا اور ان کے کانوں اور ناک کا ہار تاگے میں پرو کر گلے میں ڈالا مگر جب یہی ابوسفیان حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں آئے تو پھر جب تک زندہ رہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فداکار اور جاں نثار رہے۔ چنانچہ جب وہ مسلمان ہوئے اور انہوں نے اس وقت جو ترانہ گایا اُس سے اُن کے جوشِ نشاط اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جذبے کا اندازہ ہوتا ہے۔ انہوں نے اشعار عربی میں پڑھے تھے لیکن اس وقت ان کا ترجمہ ہی پیش کیا جاتا ہے۔

"قسم ہے کہ جن دنوں میں نشانِ جنگ اس لئے اٹھاتا تھا ہمارا لشکر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لشکر پر غالب آ جائے ان دنوں میں اُس خارپشت جیسا تھا جو اندھیری رات میں ٹکریں کھاتا ہو۔ اب وہ وقت آ گیا کہ میں ہدایت پاؤں اور سیدھے راستے پر ہو جاؤں۔ مجھے ہادی نے نہ کہ میرے نفس نے ہدایت دی ہے اور خدا کا راستہ مجھے اس شخص نے بتلایا ہے جس کو میں نے دھتکار دیا اور چھوڑ دیا تھا۔"

غور فرمایئے! جس شخص نے ساری زندگی عداوت و دشمنی میں گذار دی۔ اور ظلم و تعدی میں انتہا کر دی اور ساری طاقت اور ساری قوت اس امر پر خرچ کر ڈالی کہ جس طرح ممکن ہو سکے دینِ اسلام اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صفحۂ ہستی سے نابود کر دے وہ کس طرح جامۂ عداوت و دشمنی کو اتار کر محبت و دوستی کا لباس زیب تن کر لیتا ہے۔ کیا مردہ کو زندہ کر دینے، لاٹھی کا سانپ بن جانے اور لوہے کے موم ہو جانے سے یہ معجزہ بڑا نہیں؟ اور کیا ثمرہ نہیں ایمانِ کامل، اعمالِ صالحہ، تواصی بالحق اور تواصی بالصبر کا؟

برادرانِ محترم! یہ تو محض ایک مثال ہے ورنہ اگر آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے لے کر وصال تک کے تمام حالات و واقعات پر غور کریں تو آپ کو ہزارہا مثالیں ایسی ملیں گی جن کی نظیر تاریخِ کائنات میں نہیں ملتی — اس قلیل عرصہ میں تمام عرب کی کایا پلٹ کر رکھ دینا، اس قدر ناموافق و ناسا عد حالات میں ایسا انقلابِ عظیم برپا کر دینا یقیناً دنیائے نبوت و رسالت کا سب سے بڑا اور عدیم المثال کارنامہ ہے — اندازہ فرمایئے! عرب کا چپہ چپہ اور ذرہ ذرہ دشمن ہے اور پورے تیئس ۲۳ سال تک عداوت و عناد کا پوری طاقت کے ساتھ مظاہرہ کرتا ہے مگر آخرکار وہی عرب اور اس کے وہی فرزند دشمنی و عداوت کے جہنم سے نکل کر دوستی و اخلاص اور جاں نثاری و تابعداری کے جنّاتِ نعیم میں داخل ہو جاتے ہیں۔ یہ ایسا فقید المثال کارنامہ ہے کہ ساری تاریخ ہستی میں اس کی کوئی نظیر نہیں۔ چنانچہ اسی لئے نپولین ایسے فاتح کو جسے دنیا نپولینِ اعظم کے نام سے یاد کرتی ہے یہ کہنا پڑا کہ "محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نام لیواؤں نے آدھی صدی میں آدھی دنیا پر اسلام کا پھریرا لہرا دیا" — ظاہر ہے یہ سب برکتیں تھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلنے اور سورۂ عصر میں بیان کردہ اصولِ اربعہ کو اپنانے کی — اگر آج بھی ہم ان اصولوں کو راہنما بنائیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحابِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلیں تو انشاء اللہ اب بھی ہم کائنات کے رہنما و مقتدا بن سکتے ہیں اور ہماری دنیا و آخرت سنور سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلنے اور ان اصولوں کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

بقیہ — ادارتی نوٹ

حرمین الشریفین میں غیر مسلموں کا داخلہ

ہر مسلمان کو اس انکشاف پر انتہائی دکھ ہوگا کہ امسال کئی قادیانیوں کو حرمین الشریفین میں داخلہ اور مناسک حج کی ادائیگی میں شرکت کا موقعہ دیا گیا۔ اور مرزائیت کے عالمی مبلغ اور ممتاز قائد جناب ظفر اللہ خاں بھی مسلمانوں کے اس دینی اور عالمی اجتماع میں مسلمانوں کی حیثیت سے بلا روک ٹوک ملتے ملاتے رہے۔ یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ کہ مرزائیت ایک الگ طائفہ ہے۔ اور علمائے اسلام بالاتفاق اسے دائرہ اسلام سے خارج قرار دے چکے ہیں۔ تعجب ہے کہ سعودی عرب کی حکومت نے جب حرمین الشریفین میں یہود و نصاریٰ اور دیگر غیر مسلم اقوام کے داخلے پر پابندی لگا رکھی ہے۔ تو قادیانیوں کو اس زمرے سے کس طرح مستثنےٰ کر دیا گیا۔ ہماری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ وہ حکومت جس نے اپنی خاندانی اور روایتی دینی تصلّب کے پیش نظر اب تک حرمین الشریفین کو غیر مسلموں کی شرمناک ریشہ دوانیوں، سازشوں اور ارتدادی سرگرمیوں کی آماجگاہ بننے سے بچائے رکھا۔ آج اس سے ایسی غفلت اور بے احتیاطی کا ارتکاب کیسے ممکن ہے کہ قادیانی وہاں بے خوف و خطر بار پالیں ہم نہیں کہہ سکتے کہ اس کے پس پردہ کس کا ہاتھ کارفرما ہے۔ یا اس پالیسی کا وضع کرنے والا کون ہے۔ جس نے خطرناک مصلحت اندیشی کو دخل دیا ہے۔ بہرحال یہ یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ

کوئی معشوق ہے اس پردہ زنگاری میں

ہم سعودی حکومت سے پُر زور درخواست کرتے ہیں۔ کہ جہاں وہ حجاج کے آسائش و آرام اور ملکی ترقی کی ہر ممکن کوشش کر رہی ہے۔ وہاں آئندہ کے لئے اس بات کا بھی بطور خاص خیال رکھے کہ یہود و نصاریٰ کی طرح قادیانی بھی حرمین الشریفین میں داخل نہ ہونے پائیں۔ اس کے ساتھ ہی ہم حکومت پاکستان سے بھی مطالبہ کرتے ہیں۔ کہ وہ قادیانیوں کو الگ اقلیت قرار دے کر تمام مسلمانوں اور دوسری اسلامی حکومتوں کو فریب خوردگی سے بچائے۔ (ادارہ)

انسان کا آغاز و انجام

تقریر: مولانا احتشام الحق تھانوی

تحریر: جناب احمد سعید ایم، اے

(۲)

حضرت ادھم رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ لکھا ہے کہ حج فرض ادا کرنے کے بعد جب نفلی حج کے لئے گئے ہیں تو چالیس دن کا چلّہ کر کے اپنے اخلاق کو پاکیزہ کر کے اس کا تزکیہ کر کے اب جاتے ہیں۔ جب وہ جہاز میں بیٹھے تو اسی جہاز میں کسی نواب اور رئیس کی پارٹی بھی تھی اور وہ جیسے ناٹک کرتے ہیں ڈرامہ کرتے ہیں کھیل تماشے کرتا ہوا جا رہا تھا۔ اس میں سے ایک آدمی نے کہا کہ ہمارے کھیل میں اس وقت تک مزہ نہیں آئے گا جب تک کسی ایک آدمی کو بیچ میں بٹھا کر اس کو مارا نہ جائے، چپت نہ لگائی جائے اس وقت تک لطف نہیں آئے گا۔ اِدھر اُدھر نظر جو دوڑائی تو دیکھا کہ حضرت ابراہیم ادھمؒ اپنی گردن جھکائے ایک طرف بیٹھے ہیں۔ یہ ٹولی گئی اور حضرتؒ کو اٹھا کر لے آئی۔ ان کو یہ خیال پیدا ہوا کہ میں چالیس دن کا چلّہ کر کے نکلا ہوں ممکن ہے کہ اللہ کی طرف سے یہ آزمائش اور امتحان ہو رہا ہو کہ تو ہمارا عاشق بن کر نکلا ہے دیکھیں تو ہماری راہ میں ذلت اور تکلیف اٹھاتا ہے یا نہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب مجھے اٹھا کر لے گئے میں چلا گیا۔ اور مجھے لے جا کر بیچ میں بٹھا دیا۔ یہ کون ہیں؟ جنھوں نے بلخ کی سلطنت چھوڑی ہے آج ان کی آزمائش ہو رہی ہے ان کا امتحان ہو رہا ہے بقول کسی عارف کے کہ ؏

اس عاشقی میں عزتِ سادات بھی گئی

آج یہ بیچارے اتنے بڑے مرتبے کے آدمی ہیں ان کو اس ٹولی میں بٹھا کر ایک آدمی آتا ہے سر پہ مارتا ہے، دوسرا آتا ہے سر پہ مارتا ہے۔ ان کے دل میں اللہ تعالےٰ نے القا فرمایا کہ اگر آپ ان کے حق میں بد دعا کریں تو اسی وقت ان سب کو غرق کر دیا جائے گا اور آپ کو بچا لیا جائے گا۔ ابراہیم ادھمؒ نے اللہ تعالےٰ سے دعا کی کہ جب آپ نے وعدہ کر لیا ہے کہ میری دعا کو قبول کیا جائے گا تو میری دعا کو قبول کر اور ان کو سیدھی راہ پر لگا۔ چنانچہ وہ سب صاحبِ نسبتِ بزرگ ہو کر ان سے جدا ہوئے۔

تو عرض یہ کر رہا تھا کہ اگر آپ کو مکے میں کوئی تکلیف ہو تو ہو سکتا ہے کہ آپ کا امتحان ہو رہا ہو، آپ کی آزمائش ہو رہی ہو۔ میں نے خود حضرتِ تھانویؒ سے سنا ہے۔ فرمایا کہ ایک شخص یہاں سے گیا اور مدینہ طیبہ میں بازار سے جیسے لوگ کھانے پینے کی چیزیں لاتے ہیں یہ شخص چیزیں خرید کر لایا اور بازار سے دہی خرید کر لایا۔ جب یہ دہی کھانے بیٹھا تو دہی کے اندر ترشی تھی تو یہ گستاخی اور بے ادبی کے انداز میں کہتا ہے کہ ارے! یہ تو مدینہ طیبہ ہے، دیارِ حبیبؐ ہے یہاں کا دہی بھی کھٹا ہوتا ہے۔ جملہ اس کے منہ سے نکلا۔ میں نے خود اپنے بزرگوں سے سنا کہ انھوں نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حالت بیداری میں دیکھا آپؐ عتاب فرما رہے ہیں، ناراض ہو رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ او بے ادب اور گستاخ حدود مدینہ سے نکل جا تو اس قابل نہیں کہ حدود مدینہ میں رہے۔ تو بڑا بے ادب اور گستاخ ہے۔ ممکن ہے کوئی نوجوان یہ کہے کہ اگر وہ دہی ترش تھا اور اس کو کھٹا کہہ دیا تو اس میں ناراضگی کی کون سی بات ہے ہاں اگر دہی میٹھا تھا اور اس کو کھٹا کہہ دیا تب واقعی ناراضگی کی بات ہے۔ مگر یہ بات عقل سے سمجھ میں آنے والی نہیں یہ باتیں محبت اور عشق کی باتیں ہیں۔ فرمایا ؎

عشق را راز و نیازِ دیگر است
عشق را محرم راز دیگر است

عشق اور محبت کے آداب اور طور طریقے اور ہیں۔ یہ بات عقل کی بنیاد پر سمجھ میں آنے والی نہیں، محبت کی بنیاد پر سمجھ میں آنے والی ہے۔ حافظ شیرازی نے اس مسئلہ کو محبت کے اصول سے بیان کیا ہے۔ فرمایا ؎

صبحدم مرغِ چمن با گلِ نوخاستہ گفت
ناز کم کن کہ دریں باغ بسے چوں تو شگفت

مرغِ چمن کہتے ہیں بلبل کو۔ بلبل عاشق ہے اور پھول اس کا محبوب ہے حافظ شیرازی کہتے ہیں کہ یہ بلبل باغ میں گیا اور جا کے پھول کے پاس بیٹھ گیا اس نے دیکھا کہ پھول جو ہیں شاخوں پر لگے ہوئے جھوم رہے ہیں، اترا رہے ہیں۔ بلبل نے یہ کہہ دیا کہ آپ اس قدر جو جھوم رہے ہیں آپ کے اترانے کی وجہ کیا ہے۔ اس لئے کہ آپ تنہا تو اس چمن میں نہیں۔ آپ جیسے بہت سے پھول کھلے ہوتے ہیں۔ ایمان سے کہنا کہ بلبل نے پھول سے جو بات کہی کہ آپ تنہا تو اس باغ میں نہیں۔ یہ واقعہ کے خلاف تو نہیں بہت سے پھول کھلے ہوئے ہیں۔ مگر عارف شیرازی کہتے ہیں۔ کہ اس پھول نے جواب دیا کہ او بے ادب اور گستاخ تو ہماری محبت کا دعویٰ کرتا ہے تو حدودِ چمن سے باہر نکل جا۔ فرمایا ؎

صبحدم مرغِ چمن با گلِ نوخاستہ گفت
ناز کم کن کہ دریں باغ بسے چوں تو گفت
گل بخندید کہ از راست نہ رنجیم ولے
ہیچ عاشق سخن سخت بہ معشوق نگفت

آج تک کسی عاشق نے عشق و محبت میں اس قسم کی بات نہیں کی یہ آداب محبت کے خلاف ہے۔

ناراضگی کی وجہ یہ تھی کہ او محبت کا دعوےٰ کرنے والے! تو ہماری محبت کی وجہ سے مدینے میں آیا کہ چیزوں کے مزے چکھنے آیا ہے۔ دعوےٰ کرتا ہے ہماری محبت کا اور مزے چکھتا ہے چیزوں کے ــــ تو میں نے عرض کیا کہ اگر وہاں کوئی تکلیف بھی ہو تو اس کو آزمائش سمجھنا چاہیئے۔ اسی لئے علماء نے منع فرمایا کہ وہاں کی تکلیفوں کو عام طور سے لوگوں سے بیان نہیں کرنا چاہیئے۔ تو میں عرض یہ کر رہا تھا کہ اس سرزمین کی قسم کھائی جس سرزمین میں بڑی بڑی تکلیفیں اور مشقتیں ہیں اور اس مخلوق کی قسم کھائی جو کہ دنیا میں تکلیفوں ہی سے پیدا ہوئی اور اس کو دنیا میں تکلیفوں سے ہی واسطہ اور سابقہ پڑتا رہتا ہے۔ اور وہ کون بنی نوع انسان ــــ اور مضمون بھی یہی بیان کیا کہ ہم نے انسان کو بڑی بڑی تکلیفوں میں پیدا کیا۔ دو چیزوں کی

کی قسم کھائی اور وہ دونوں چیزیں تکلیف ہی سے تعلق رکھتی ہیں فرمایا کہ بطن مادر ہی سے جب پیدا ہوا تکلیف سے۔ اب یہاں راحت کہاں کہ کرتا ہے راحت کی طلب - یہ تیرا موقف ہے - فرمایا کہ ہم نے انسان کو بڑی بڑی تکلیفوں سے پیدا کیا - جس کا مطلب یہ ہے کہ اب ہمارا مقام ہماری حیثیت اللہ تعالےٰ نے بتلا دی ہے وحی کے اندر - اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے اب ہم غلط فہمی میں مبتلا نہیں ہو سکتے - اب کبھی ہم یہ نہیں سمجھیں گے کہ ہم دنیا کے اندر پھولوں کی سیج پر بیٹھنے آئے ہیں - اب کبھی ہم یہ نہیں سمجھیں گے کہ ہم خالہ جی کے گھر آئے ہیں - بلکہ ہم یہ سمجھیں گے کہ قدم قدم پر ہم کو تکلیفوں سے واسطہ پڑے گا - قدم قدم پر ناگوار چیزوں سے سابقہ پڑے گا اس لئے کہ ہماری حیثیت ہی یہی ہے -

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے لکھا ہے کہ جب آدمؑ کا پتلا تیار کیا گیا تو اس پر مسلسل ۳۹ دن غموں کی بارش ہوتی رہی اور ایک دن اس پر خوشی کی بارش ہوئی - فرمایا یہی وجہ ہے کہ انسان کی زندگی کا بیشتر حصہ آہ آہ کرتے گذر جاتا ہے اور خوشی میں بہت تھوڑا حصہ گذرتا ہے —

تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ جس موقف پر اللہ تعالےٰ نے ہم کو پیدا کیا ہے وہ کہ ہم کو بڑی تکلیفوں میں پیدا کیا ہے - وہ تکلیف کیا ہے ایک بات - دوسری بات یہ کہ اللہ تعالےٰ نے یہ نہیں کہا کہ ہم نے مسلمانوں کو تکلیف میں پیدا کیا بلکہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ ہم نے انسان کو مشقت میں پیدا کیا جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ تکلیف انسان کی تکلیف ہے تو دنیا کے تمام مذاہب کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اس تکلیف کے دور کرنے کے لئے آپ کو نسخہ بتلائے تنہا اسلام کی ذمہ داری نہیں - جب اللہ نے انسان کی بناوٹ میں ایک چیز رکھ دی ہے - تو اس بناوٹ کے لحاظ سے دنیا کے تمام مذاہب کو چاہیئے کہ وہ انسان کی تکلیف کو دور کریں - مگر تکلیف ہے کیا؟ اگر آپ صبر کے ساتھ اس تکلیف کو سمجھ لیں کہ وہ تکلیف کیا ہے — تو وہ تکلیف ایسی ہے کہ تمام دنیا کے انسان تو کیا اگر تمام دنیا کی طاقتیں بھی مل کر اس تکلیف کو دور نہیں کر سکتیں - فرمایا کہ وہ تکلیف یہ ہے کہ ہم نے انسان کو اس طریق سے پیدا کیا ہے کہ اس کے سینے میں ایک دل پیدا کیا ہے اور اس دل کی خاصیت یہ ہے کہ اس میں خواہش، ولولہ، امید، تمنا اور آرزو اس میں پیدا ہوتی چلی جاتی ہیں - تھوڑی دیر کے لئے یہ سمجھ لیجئے کہ یہ ایک باغ ہے اور اس باغ میں پھول اور بوٹے کون سے لگتے ہیں، کہیں دولت کی تمنا ہے کہیں اولاد کی تمنا ہے، کہیں منصب کی تمنا ہے - مختلف قسم کی آرزوئیں اور تمنائیں انسان کے دل میں پیدا ہوتی ہیں اس سے دنیا کا کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا - اگر دنیا میں کوئی انسان یہ دعوےٰ کرے کہ میرے دل میں کوئی تمنا اور آرزو نہیں تو آپ اس کا یقین نہ کیجئے گا کہ وہ جھوٹ کہتا ہے، غلط کہتا ہے - وجہ یہ ہے کہ دل کی خاصیت ہی یہ ہے کہ جب اللہ تعالےٰ نے دل کو لگا دیا ہے - تو اس میں امیدیں، تمنائیں اور خواہشات ضرور پیدا ہوں گی - اس لئے جن لوگوں کو اپنے دل پر بھروسہ ہوتا ہے کہ ہمارے دل میں کوئی آرزو اور خواہش نہیں وہ عام طور سے خطرے میں مبتلا ہو جاتے ہیں -

حضرت مولانا تھانویؒ کے ہاں ایک صاحب تشریف لائے انہوں نے ان کو مشورہ دیا کہ آپ شادی کر لیں - انہوں نے کہا کہ میں سوچتا ہوں کہ اگر میں نے شادی کر لی تو میرے دل میں بیوی اور بچوں کی محبت ہو گی اور وہ مجھ کو خدا کی یاد اور عبادت سے غافل کرے گی اس لئے چاہتا ہوں کہ بالکل الگ اور تنہا رہ کر اللہ کی عبادت کروں تاکہ میرے دل میں کوئی خواہش اور تمنا پیدا نہ ہو سکیں - لیکن یہ تو ہو نہیں سکتا - بقول ہمارے خواجہ صاحب ؎

دل بھر محبت ہے محبت یہ کرے گا
تو لاکھ بچائے یہ کسی پہ تو مرے گا

کہیں نہ کہیں تو اٹکے گا - اگر تم حفاظت کرنا چاہتے ہو تو اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ اس کو کہیں اٹکنے سے پہلے جائز طریقے سے اٹکا دو —— وہ نہیں مانے - نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ وہ اپنے ایک دوست کے ہاں مہمان ٹھہرے - ان کے دوست کا چھوٹا بچہ وہاں آیا کرتا تھا ان کے پاس - اس بچے سے انہیں محبت ہو گئی اتنی محبت ہو گئی کہ اس کے ساتھ کھانا کھا رہے ہیں، اس کو سُلا رہے ہیں، اس کے کپڑے بدل رہے ہیں، اس کو نہلا رہے ہیں یہی وجہ ہے - کہ انسان کے دل میں جو جذبہ ہے وہ کہیں نہ کہیں تو راہ پکڑے گا ہی - اگر تم نے اس کو صحیح طریقے پر نہیں لگایا تو وہ غلط طریقے پر لگ جائے گا — اب حالت یہ ہو گئی کہ اپنی ضروریات کے لئے جاتے ہیں تو بچے کے بغیر دل نہیں لگتا قرآن کی تلاوت کرتے ہیں تو بچے کے بغیر دل نہیں لگتا، نماز پڑھتے ہیں تو بچے کے بغیر دل نہیں لگتا - مولانا نے فرمایا کہ آپ سے پہلے ہی کہہ دیا گیا تھا کہ جس چیز کو لے کر آپ بھاگنا چاہتے ہیں کبھی نہیں بھاگ سکتے - وجہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالےٰ نے دل پیدا کیا ہے اور اس کی یہ خاصیت پیدا کی ہے تو آپ اس کو بچا کر نہیں لے جا سکتے - ایک اور خواجہ صاحب کا شعر ہے ؎

بھاگتا ہے دل سوزاں عبث ارمانوں سے
جس جگہ شمع گئی بھر گئی پروانوں سے

بھاگ کر جاؤ گے کہاں؟ یہ ناممکن ہے کہ تم اپنے دل کو بچا کر لے جاؤ - جس کا مطلب یہ ہے کہ آرزؤں کا پیدا ہونا یقینی ہے - کوئی شخص اپنے دل کو صاف نہیں کر سکتا - اور اس کی ایک اور خاصیت ہے کہ جتنی آرزوئیں پیدا ہوتی ہیں اگر وہ پوری ہو جاتی ہیں تو اس سے زیادہ اور پیدا ہو جاتی ہیں - بالکل ایسے سمجھئے کہ درخت کی ایک شاخ کاٹ دیتے ہیں تو دو تین شاخیں اور پھوٹ جاتی ہیں ایک تمنا پوری ہوتی چار اور پیدا ہوئیں، چار پوری ہوئیں بیس اور پیدا ہو گئیں اور یہاں تک کہ جس وقت انسان کی موت کا وقت آتا ہے تو انسان دیکھتا ہے کہ میرے دل میں تمناؤں اور آرزؤں کا باغ لگا ہوا ہے اور وہ باغ کھلا ہوا ہے - بلکہ افسوس سے کہتا ہے کہ میرے دل کی ایک بھی تمنا پوری نہیں ہوئی یہ دل تو بالکل بھرے کا بھرا ہے - اللہ تعالےٰ

نے پیغام موت بھی بھیج دیا ہے۔ افسوس اور حسرت کے عالم میں کہتا ہے کہ ؎

اے میرے باغِ آرزو کیسا ہے باغ ہائے تو
کلیاں تو گو ہیں چارسو کوئی کلی کھلی نہیں

کہتا ہے کہ مجھے تو آپ اسی طریقے سے دنیا سے بلا رہے ہیں ابھی تو میری کوئی بھی آرزو پوری نہیں ہوئی — حالانکہ اس کی سینکڑوں آرزوئیں پوری ہو چکی ہیں۔ لیکن یہ کہنے پر اس لئے مجبور ہے کہ واقعتاً جتنی پوری ہوئیں اس سے دگنی پیدا ہو گئیں۔ یہ خاصیت انسان کی اللہ نے اس کی بناوٹ میں رکھی ہے۔ تکلیف کیا ہے؟ بڑی تکلیف یہ ہے کہ انسان کے دل میں تمنا پیدا ہوئی کہ مجھے اولاد ملے۔ تمنا تو پیدا ہو گئی۔ ہلدی لگی نہ پھٹکڑی مگر اس کو پورا کرنا انسان کے بس میں نہیں۔ بڑی تکلیف یہ ہے کہ تمنا تو انسان کے دل میں پیدا ہوتی ہے اور اس کو پورا کرنے کی طاقت اس کے قبضہ اور اختیار میں نہیں۔ منصوبے بنانا تو آسان ہے مگر ان کو عملی جامہ پہنانا بڑا مشکل ہے۔ اس زمانے میں کراچی کے اندر بہت سے دوستوں سے ملاقات ہوئی — ہر ایک یہی کہتا ہے کہ دو تین روز کے بعد میرے نام کے ساتھ وزارت کا اعلان ہونے والا ہے۔ پتہ چلتا ہے کہ یہ بھی امیدوار فلاں بھی امیدوار سب ایک منصوبہ بنائے بیٹھے ہیں تو میں نے کہا کہ بھئی تمہاری مثال تو اس طالب علم کی سی ہے کہ اس نے کہا کہ میں بادشاہ کے محل میں شاہزادی سے شادی کرنا چاہتا ہوں لوگوں نے کہا کہ پھر دیر کیا ہے۔ اس نے کہا کہ بس آدھا کام ہو گیا ہے آدھا باقی ہے۔ لوگوں نے کہا کہ وہ کیسے؟ اس نے کہا کہ میں تو تیار ہوں ابھی وہ راضی نہیں۔ اور نکاح تو دو طرف سے ہوتا ہے۔ سمجھو آدھا ہو گیا ہے آدھا باقی ہے — یاد رکھئے کہ آرزو کا پیدا کرنا تو بہت آسان ہے لیکن خدا کی قسم آرزو کو پورا کرنے کی طاقت انسان کے قبضہ اور اختیار میں نہیں۔ آئیے دنیا کے تمام حکماء اور اہل دانش کو جمع کریں اور ان سے کہیں کہ انسان کی اس تکلیف کو کسی طریقے سے دور کریں — آرزو ہمارے دل میں پیدا ہوتی ہے اور اس کو پورا کرنے کی طاقت کسی اور کے ہاتھ میں ہے اور جس کے ہاتھ میں وہ قوت ہے اس کا نام ہے مشیت الٰہی — وہ ہماری تابع نہیں وہ ہماری غلام نہیں۔ اس کا جی چاہتا ہے تو آرزو کو پورا کر دیتی ہے اور جی نہیں چاہتا تو تمنا کو پورا نہیں کرتی۔ وہ ہمارے قبضہ اور اختیار میں نہیں۔ انسان کی سب سے بڑی تکلیف یہ ہے۔ ایک کے دل میں ایک تمنا پیدا ہوئی مشیت الٰہی نے اس کے خلاف کر دیا۔ اس کا نام ہے تکلیف۔ اور دنیا کے اندر تمام لوگوں کو جمع کر کے ان سے کہیے کہ انسان کی اس گتھی کو کیسے سلجھایا جائے۔

انسان کی اس تکلیف کو کس طرح آسان کیا جائے اس کی اس تکلیف کو آسان کرنے کی دو شکلیں ہیں۔ تیسری کوئی شکل نہیں۔ ایک شکل یہ ہے۔ کہ آپ ...... اپنے دل کو ایسا بنالیں۔ کہ اس میں کوئی آرزو ہی پیدا نہ ہو کوئی امید ہی قائم نہ ہو۔ نہ اس کے خلاف ہوگا نہ غم ہوگا۔ آسان سا معاملہ ہے۔ لیکن آپ کو اپنے دل پر قابو نہیں کہ آپ اپنے دل کو بالکل صاف کر لیں۔ تمناؤں اور آرزوؤں سے لیکن جیتے جی نہیں کر سکتے ہو نہیں سکتا۔ ایک شکل یہ ہے۔ کہ انسان اپنے دل کو بالکل آزاد کرے کہ میرے دل میں کوئی تمنا اور آرزو نہیں تو میں نے عرض کیا کہ یہ نہیں کر سکتا اچھا چلئے دوسرا راستہ بتاتے ہیں۔ وہ یہ ہے۔ کہ آپ خدا معیشت کے اوپر قبضہ کر لیں اور اس کنجی کے اوپر قبضہ کر لیں۔ تا کہ ہم خدا کے محتاج نہ رہیں جب تمنا پیدا ہو اس مشیت سے اس کو پورا کر لیں۔ مگر افسوس کی بات ہے کہ نہ ہمارا قابو ہمارے دل کے اوپر ہے۔ اور نہ خدا کی مشیت کے اوپر دونوں راستے بند ہو گئے۔ اور ان دونوں راستوں کے سوا تیسرا راستہ آرام کا نہیں۔ کسی شاعر نے کہا ہے یہ مفہوم شاید اس سے ادا ہو جاتا ہے۔ اس نے کہا۔

ع۔ میرے بس میں یا تو یارب وہ ستم شعار ہوتا
یہ نہ تھا تو کاش دل پر مجھے اختیار ہوتا

جس محبوب کی جدائی سے مجھے تکلیف ہو رہی ہے۔ جو بار بار مجھے چھوڑ کر چلا جاتا ہے اگر میرے اختیار میں ہوتا۔ تو میں جانے ہی نہ دیتا۔ لیکن میں یہ دیکھتا ہوں کہ نہ تو میرا اختیار اپنے دل کے اوپر ہے اور نہ ہی محبوب کے اوپر یہی وجہ ہے۔ کہ میں دوہری مصیبت میں گرفتار ہو گیا ہوں آپ نے اندازہ لگا لیا کہ انسان کے دل میں تمنا پیدا ہوتی ہے۔ مشیت الٰہی اس کے خلاف کر دیتی ہے۔ انسان رونے کے لئے بیٹھ جاتا ہے۔ آہ آہ کرنے لگتا ہے۔ اس کا نام ہے تکلیف اس کا نام ہے مشقت۔ تو نے آپ کے سامنے ۔ کہ یہ ایسی تکلیف ہے۔ کہ دنیا ۔ ۔ ام مذاہب سے اپیل کیجئے کہ ایسے انسان کی اس تکلیف کو دور کرنے کی کوشش کریں۔ لیکن کوئی نہیں کر سکتا۔ اور جب تک یہ تکلیف دور نہیں ہوتی ہم کو اور آپ کو یہ دعویٰ کرنا صحیح نہیں کہ ہماری زندگی کامیاب زندگی ہے۔ معاف کیجئے۔ خراب زندگی ہے۔ جس زندگی میں ایک قسم کی پھانسی لگی ہوئی ہے۔ وہ زندگی خراب زندگی ہے۔ ایمان سے بتائیے گا۔ کہ اگر کسی کا دل راضی نہ ہو یہ پنکھے کی ہوا اس کو آرام پہنچا سکتی ہے۔ کبھی نہیں۔ اگر کسی کے اوپر سپیشل پولیس کی طرف سے مقدمہ قائم ہو گیا۔ اور صبح کو وارنٹ گرفتاری آنے والے ہیں۔ آپ اس کو لے جا کر آغا خان کے محل میں ایر کنڈیشنڈ کمرے میں سلا دیں۔ اس کو ساری رات نیند نہ آئے گی۔ کیوں صاحب اس ایر کنڈیشنڈ مشین نے اس کو آرام کیوں نہیں پہنچایا۔ جس سے یہ معلوم ہوا کہ یہ جو تم نے جسم کے آرام و راحت کے لئے چیزیں ایجاد کر رکھی ہیں۔ خدا کی قسم ان سے انسان کی راحت نہیں پہنچ سکتی جب تک اس کی روح کو خوش کرنے کا سامان موجود نہ ہو۔ اس کی روحانیت کے آرام کا سامان نہ ہو۔ اس سے پتہ چل گیا۔ کہ اصل آرام جو ہے وہ دل کا آرام ہے۔ ایک آدمی ہے جس کے پاس نہ یہ سازوسامان ہے ۔ اکیلا ہے۔

حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ ایک بادشاہ نے جس پر قتل کا کوئی مقدمہ قائم ہوا تھا اس نے ایک مزدور سے کہا۔ کہ بھئی تمہاری تو ۸ آنے روز کی زندگی ہے۔ اور میں ہوں اس ملک کا بادشاہ آؤ ہم تم زندگیوں کا تبادلہ کر لیں۔ سارے محلات تمہارے ساری گاڑیاں تمہاری سارا سازوسامان تمہارا۔ لیکن وہ جو قتل کی دفعہ میرے اوپر لگی ہوئی جس کی وجہ سے میری راحت و آرام ختم ہو گیا ہے۔ وہ بھی لینی پڑے گی۔ اور وہ جو فٹ پاتھ کی زندگی ہے ۔

جو تم آرام سے بڑھ کر سو جاتے ہو وہ مجھے دے دو میری زندگی تم لے لو وہ مزدور ہمارے خواجہ صاحب کے ہیں جواب دے گا کہ یہ کھیل دل کے بسنے کے جو کھیلتے ہیں۔ آپ یہ کسی نادان سے کھیلئے۔

حضرت مجذوب کا واقعہ ہے۔ کہ عالمگیر کی سلطنت میں ننگے پھرتے تھے۔ عالمگیر کو معلوم ہوا کہ کوئی نیک اور خدارسیدہ آدمی ہے وہ ننگا پھرتا ہے۔ حضرت اورنگ زیبؒ نے کہا کہ برداشت تو ہم نہیں کریں گے لیکن ہمارا خیال ہے۔ کہ پہلے کسی وزیر کو بھیج کر اس کے حالات معلوم کریں۔ وہ گیا اور اول تو وزیر کے پاس وہ آنکھ ہی کہاں کہ جس کے وہ اللہ والے کو پہچان سکے۔ کہ واقعی اللہ والا ہے بھی یا نہیں۔ وہ گیا اور جا کے رپوٹ دے دی اور یہ کہا کہ ؎

بر سرمد برہنہ کرامات تہمت است
کشفے کہ ظاہر است از وکشف عورت است

کوئی کشف وغیرہ اس کی زندگی میں نہیں سوائے اس کے کہ وہ ننگا پھرتا ہے۔ اس کے اندر کوئی اور اچھائی کی بات نہیں عالمگیر نے کہا کہ پھر بھی اتمام حجت کے لئے یہ ایک خلعت ہے۔ یہ اس کے پاس لے جاؤ۔ اور اس سے کہو کہ ننگا پھرنا ہم کو گوارا نہیں یہ جوڑا پہن لو حضرت سرمد نے وہ جوڑا واپس کر دیا اور اس وقت دو شعر عالمگیر کو لکھ کر بھیج دئے فرمایا ؎

آنکس کہ ترا تاج جہاں بانی داد
مارا ہمہ اسباب پریشانی داد
پوشاند لباس ہر کہ را عیبے دید
بے عیباں را لباس عریاں داد

ایک ہی اللہ کی دی ہوئی دونوں چیزیں ہیں جس اللہ نے تجھ کو تخت و تاج دیا ہے اسی اللہ نے مجھے اس حال میں رکھا ہے اور جس کے جسم پر اللہ نے داغ دھبے دیکھے۔ ان کو کپڑے کا لباس دیا ہے اور میرے جسم پر چونکہ کوئی داغ دھبہ نہیں اس لئے مجھے کھال کا لباس دیا ہے مجھے اس لباس کی ضرورت نہیں۔ یہ کہہ کر وہ جوڑا واپس کر دیا۔ میرے دوستو ایمانداری سے بتائیے۔ کہ اس غربت اور اس حالت کے اندر جو اس کے کلام سے ظاہر ہوتی ہے واقعی یہ پتہ نہیں چلتا کہ اس آدمی کے پاس ایسی دولت ہے۔ جس میں وہ بالکل مگن نظر آتا ہے۔ اس کو جسمانی راحت کی اس لئے ضرورت نہیں کہ اس کا دل اندر سے راضی ہے۔ اس کی روح خوش ہے۔ اور لیجئے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا مشہور واقعہ ہے۔ کہ ملک نیم روز ان کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ کہ آپ اللہ والے ہیں۔ آپ عبادت بھی کریں۔ اور ملک کے اس کو اپنے پاس رکھیں۔ اس کی آمدنی سے خرچ کریں۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ جواب میں لکھتے ہیں۔ وہ ملک نیم روز واپس کرتے ہیں۔ اور کیا عجب بات کہی ہے۔ فرمایا کہ تجھے تو ملک نیم روز جس کا پڑا ہوگا۔ تو اس کے مزے سے تو واقف ہے۔ مگر ملک نیم شب آدھی رات کی سلطنت سے تو واقف نہیں۔ وہ اللہ نے مجھے عطا فرمائی ہے۔ آدھی رات کی سلطنت یہ ہے کہ سب پڑ کے سو جاتے ہیں۔ میں نیت باندھ کر اللہ کی عبادت میں کھڑا ہوتا ہوں۔ فرمایا ؎

چوں چتر سنجری رخ بختم سیاہ باد
در دل اگر بود ہوس ملک سنجرم
زاں گاہ کہ یافتم خبر از ملک نیم شب
من ملک نیم روز را بہ یک جو نمے خرم

اور جب سے اللہ نے آدھی رات کی سلطنت عطا فرمائی ہے۔ میں تیرے دن کی سلطنت لینے کے لئے تیار نہیں میرے دوستو میں یہ عرض کر رہا تھا۔ کہ ان کو آخر اللہ نے کوئی تو چین عطا فرمایا ہے۔ کہ جس کی وجہ سے یہ اتنے مطمئن نظر آتے ہیں۔ مولانا جلال الدین رومی انسان کے جذبات و کیفیات سے بہتر تجزیہ کوئی نہیں کر سکتا۔ اور بڑے لوگوں کی بڑی باتیں انہوں نے لکھا کہ یہ دنیا میں جو لوگ چلتے پھرتے نظر آتے ہیں۔ یہ سب دل کے چین اور آرام کے لئے بھاگتے پھرتے نظر آتے ہیں۔ آپ یہ کہیں گے کہ نہیں صاحب ایک آدمی ملازمت کے لئے جا رہا ہے۔ ایک آدمی بیماری کے لئے جا رہا ہے۔ مگر مولانا فرماتے ہیں۔ کہ ہم تم کو گھر کی بات بتاتے ہیں۔ سب کی کوشش ایک مقصد کے لئے ہیں۔ کہ کسی طرح دل کو چین حاصل ہو جائے۔ اور انہوں نے یہ دعوٰی کیا کہ اگر آپ کسی چوراہے پر کھڑے ہو کر ایک آدمی سے پوچھیں۔ کہ تمہیں کیا تکلیف ہے۔ وہ کہے گا۔ اللہ تعالٰے نے مجھے کھانے کے لئے دولت عطا فرمائی علم عطا فرمایا عزت عطا فرمائی۔ ہمت و تندرستی عطا فرمائی ارے بھئی اتنی تو نعمتیں اللہ کی تجھے مل گئیں۔ اور کیا چاہتا ہے۔ کہتا ہے۔ کہ میرے گھر میں کوئی کھیلنے والا بچہ نہیں جس کی وجہ سے میری یہ دولت بھی بیکار۔ عزت بھی بیکار۔ میری تو زندگی میں لطف نہیں آئے گا۔ جب تک کہ میرے پاس ایک بچہ نہ ہو۔ مولانا فرماتے ہیں کہ یہ ڈاکٹروں کے پاس جا رہا ہے۔ حکیموں کے پاس جا رہا ہے۔ اور دعا کرانے کہاں جا رہا ہے۔ علماء اور صلحا کے پاس مزارات پر نہیں۔ کیونکہ یہ شیوہ مواحد کا اور مسلمان کا شیوہ نہیں۔ اللہ والوں کے پاس جاتا ہے۔ کہ آپ دعا کریں۔ کہ اللہ تعالٰے مجھے اولاد عطا فرمائیں۔ اس میں کوئی حرج اور مضائقہ نہیں۔ مولانا فرماتے ہیں۔ کہ یہ جو آپ کو بھاگتا پھرتا نظر آ رہا ہے۔ کاہے کے لئے یہ اپنی زبان سے تو کہتا ہے کہ اولاد کے لئے مگر غلط کہتا ہے۔ دل کے چین کے لئے جا رہا ہے۔ مگر غلط فہمی سے یہ سمجھ گیا ہے کہ دل کا چین اولاد میں رکھا ہے۔ نام اس نے اس کا اولاد رکھا ہے۔ مگر حقیقت میں دل کے چین کے لئے جا رہا ہے۔ دل میں سکون نہیں۔ مولانا کی بڑی بات ہے۔ فرمایا کہ دوسرے آدمی کا ہاتھ پکڑ کر پوچھئے کہ پہلا سوال تو یہ کیجئے۔ کہ تم کاہے کے لئے پریشان ہو کیا تمہارے بھی اولاد نہیں۔ اس لئے کہ ہم کو پتہ چلا ہے۔ کہ انسان بے چین ہوتا ہے۔ اولاد کے نہ ہونے سے تو شاید آپ کے ہاں بھی انہیں ہوگی۔ تو وہ جواب دیتا ہے۔ کہ اللہ تعالٰے نے مجھے اولاد تو اتنی عطا فرمائی کہ میرا گھر چھوٹا ہو گیا۔ اچھا بھئی اگر سارا سکون اولاد میں ہوتا۔ تو اس آدمی کو تو سکون ملنا چاہئے تھا پہلے آدمی کے پاس اولاد نہیں تھے۔ اس کے پاس تو اولاد ہے۔ جس کا مطلب ہے۔ کہ دل کا سکون صرف اللہ کی یاد ہی سے حاصل ہو سکتا ہے۔

_{نور اللہ مرقدہ}

قبلہ حضرت سرگودھوی کی بارگاہ علیا میں

برگِ سبز

(مولانا قاضی عبدالکریم، کلاچی)

(۱۰)

"دُردانہ" دربارِ ولایت سے آپ کا خطاب

تعزیتی مضامین لکھنے والوں نے بھی لکھا ہے اور ہم نے خود بھی حضرت مرحوم سے سنا تھا کہ آپ کو اپنے شیخ قطب زماں حضرت مولانا احمد خان صاحب نے صغر سنی ہی میں "دردانہ" کا لقب عطا فرمایا تھا اگر آپ کے مندرجہ بالا ہشت گانہ خصوصیات کو پیش نظر رکھا جائے یعنی باقی کمالات جن میں سے بہت سے ہماری دسترس سے بھی باہر ہیں ان سے قطع نظر بھی کیا جائے تو بھی قطبِ وقت کا ابتداء ہی سے آپ کو دُر کا دانہ سمجھنا واقعی صحیح برمحل اور آپ کے شان دار مستقبل کی صحیح پیش گوئی تھی یہ صحیح ہے کہ علم خداوندی میں کسی کی سعادت اور اسی طرح عیاذاً باللہ شقاوت بھی ازلی چیزیں ہیں بلکہ تقدیر کتابی میں بھی انسان کی پیدائش سے پہلے ہی اس کا فیصلہ ہو جاتا ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جب ماں کے پیٹ میں انسان کا گوشت پوست بن جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے پاس ایک فرشتہ بھیج دیتے ہیں اور وہ اس جنین کے متعلق چار باتوں کا فیصلہ لکھ دیتا ہے۔ عمل اس کا، اجل اس کی، رزق اس کا اور یہ کہ وہ نیک بخت ہے یا معاذ اللہ بدبخت۔

لیکن بعض لوگوں پر سعادت کے آثار اور اسی طرح معاذ اللہ شقاوت کی نشانیاں صغر سنی ہی سے نمودار ہونے لگتی ہیں۔ جنہیں عام آنکھیں نہیں نورِ بصیرت اور فراستِ ایمانی کے ذریعہ سے دیکھا جا سکتا ہے۔ آثارِ شقاوت کے ثبوت میں غلام خضر کا قرآنی واقعہ پیش کیا جا سکتا ہے یعنی خضر علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حکم ربانی سے جس غلام کو قتل کر دیا تھا اس کے متعلق بھی فرمایا تھا۔

و اما الغلام فکان ابواہ مومنین فخشینا ان یرھقھما طغیاناً و کفرا۔

باقی رہی آثارِ سعادت کی نمود تو اصل اس باب میں خود سرورِ کائنات فخر موجودات جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے واقعات ہیں۔

سیر کی روایات شاہد ہیں کہ عالم طفولیت ہی سے آپ کی ذات پاک میں نبوت کے آثار اور رسالت کے برکات کا ظہور ہونے لگا تھا جنہیں دیکھ کر ہی علماء متقدمین آپ کی نبوت اور خاتمیت کی پیش گوئیاں کرنے لگ گئے تھے۔

مشکوٰۃ شریف باب المعجزات میں ہے :-

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم "بارہ سال کی عمر میں" حضرت ابوطالب کے ساتھ تجارتی قافلہ کے ساتھ علاقہ شام کو تشریف لے گئے۔ قافلہ جب بحیرا راہب کے عبادت خانہ کے پاس ٹھیرنے لگا تو باوجود اس کے کہ بحیرا راہب اس سے پہلے کبھی بھی اس کے پاس نہیں آیا تھا اس دفعہ قافلہ ابھی سامان کھول ہی رہا تھا کہ راہب ان کے بیچ میں سے ہوتا ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا اور آپ کا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگا:-

ھذا سید المرسلین ھذا رسول رب العلمین یبعثہ اللہ رحمۃ للعالمین۔

یہ سب رسولوں کا سردار ہے یہ رب العالمین کا رسول ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ رحمت بنا کر لوگوں کی ہدایت کے لئے بھیجنے والے ہیں۔

لوگوں نے دریافت کیا تم نے کس طرح پہچانا کہ یہ رسول اللہ ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) فرمایا۔ جب تم اس گھاٹی سے نکلے تو میں نے دیکھا کہ یہاں کا ہر درخت اور پتھر سجدہ میں گر پڑا حالانکہ یہ چیزیں نبی ہی کی وجہ سے سجدہ میں گرتی ہیں اور میں نے آپ کو مہر نبوت کی وجہ سے بھی پہچانا۔

روایت میں ہے کہ اس راہب نے پھر سارے قافلہ کی دعوت بھی کی وہ جب ان کے پاس کھانا لایا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو موجود نہ پایا۔ معلوم ہوا کہ آپ اونٹوں کی نگرانی پر تشریف لے گئے ہیں اس نے کہا کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بلایا جائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لا رہے تھے۔ تو دیکھا گیا کہ بادل نے آپ پر سایہ کیا ہوا ہے۔ اور جب پہنچ کر دھوپ میں بیٹھنے لگے کیونکہ درخت کے سایہ میں لوگوں کے پہلے بیٹھ جانے کی وجہ سے گنجائش باقی نہیں رہی تھی تو دیکھا کہ درخت کا سایہ یک دم آپ کی جانب جھک گیا۔

راہب نے کہا۔ دیکھو درخت کا سایہ آپ کی جانب کو جھک گیا ہے کہنے والے نے خوب کہا ہے ؎

ان کنت تنکرہ فاللہ یعرفہ
والعرش یعرفہ واللوح والقلم

یعنی لوگ اس ذات پاک کی قدر جانیں یا نہ جانیں اسے خدا جانتا ہے۔ عرش جانتا ہے اور لوح و قلم پہچانتے ہیں۔

بادل کا ہمیشہ آپ کے سر پر سایہ فگن ہونے کا دعوٰے تو غالباً صحیح نہ ہو۔ کیونکہ ہجرت کے موقعہ پر مدینہ طیبہ کے ورود مسعود کے دن صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دھوپ کی وجہ سے چادر سے آپ پر سایہ کرنے کا واقعہ روایات میں مذکور ہے لیکن بطور معجزہ کے کبھی کبھی اس کا موجود ہونا یقینی ہے جیسا کہ روایت بالا سے ثابت ہوا۔

انفاس العارفین میں بھی حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد ماجد سے متعلق بڑا عجیب قصہ لکھا ہے حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ایک بیماری کا واقعہ سناتے ہوئے فرمایا:۔

میں نے ایک بزرگ کو خواب یا واقعہ میں یہ فرماتے ہوتے سنا کہ حضور اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری عیادت "بیمار پرسی"
کے لئے تشریف لا رہے ہیں اور جس
طرف تمہارے پاؤں ہیں اسی جانب
سے۔ اس لئے بیدار ہوتے ہوتے میں
نے اشارہ کیا۔ "ضعف و نقاہت کی وجہ
سے بول نہ سکا۔ کہ میری چارپائی "ادبا"
پھیر دو۔ چارپائی پھیر دی گئی۔ مجھ پر
غنودگی سی آئی۔ تو اپنے سر کو جناب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود
مبارک میں پایا۔" واہ نصیب اور بیماری
کی برکت"۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شفقت
بھرے لہجہ میں فرمایا۔

كيف حالك يا بُنَيَّ۔ میرے
عزیز بیٹے تم کیسے ہو؟

شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں اس پیار
بھرے کلمہ کی حلاوت مجھ پر بہت غالب
آئی اور گریۂ خوشی اور اضطراب لذت
نے مجھے گھیر لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ
وسلم نے مجھے اپنے سینۂ مبارک سے
لگایا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کی قمیض مبارک میرے آنسوؤں سے
تر ہو گئی ؎

دامن سے وہ پونچھتا ہے آنسو
رونے کا آج ہی کچھ مزا ہے

فرماتے ہیں اضطراب میں جب کچھ
تسکین ہوئی تو دل میں خیال آیا مدت
سے موئے مبارک کی آرزو ہے اگر رحمت
فرماویں تو زہے سعادت۔ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کو بفضلہ تعالیٰ اس خطرہ
"دل کے خیال" پر آگاہی ہوئی آپؐ
نے اپنا ہاتھ مبارک داڑھی مبارک پر
پھیرا اور دو بال مجھے عنایت فرماتے۔
میرے دل میں خیال آیا یہ بال مبارک
بیداری میں بھی میرے پاس ہوں گے یا
نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس خطرہ
سے بھی آگاہ ہوتے اور فرمایا۔ بیداری میں
یہ دولت آپ کے پاس رہے گی۔ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم نے صحت کی بھی خوشخبری
سنائی اور یہ کہ ابھی میری زندگی باقی ہے۔

شاہ صاحب فرماتے ہیں۔ میں بیدار ہوا
تو چراغ طلب کرکے بال مبارک ڈھونڈنے
لگا۔ مگر یہ معلوم کرکے بے حد افسوس
ہوا کہ بال نہیں مل رہے۔ حضور اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہوا۔
غنودگی سی آئی تو آنحضرتؐ کی پھر زیارت ہوئی۔
حضورؐ نے فرمایا۔ بیٹا وہ دونوں بال ہم
نے حفاظت کی غرض سے تیرے سرہانے
کے نیچے رکھ دیئے ہیں وہاں سے
نکال لینا۔ فرماتے ہیں بیدار ہوا تو انہیں
سرہانے کے نیچے پایا۔ والحمد للہ۔

اسی واقعہ کے تحت لکھتے ہیں ان
موئے مبارک میں چند خاصیتیں پائیں۔

ایک یہ کہ وہ دونوں موئے
مبارک آپس میں لپٹے ہوئے رہتے تھے
لیکن جب بھی درود شریف پڑھا جاتا
تو وہ علیحدہ علیحدہ کھڑے ہو جاتے تھے۔

دوسری یہ کہ ایک دفعہ کسی کو
ان کو موئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ہونے میں شبہ ہونے لگا۔ لیکن جب وہ
انہیں دھوپ میں لے گئے تو فوراً "ابر
پارہ ظاہر شد" بادل کا ٹکڑا ظاہر ہو کر
ان پر سایہ فگن ہوا۔ شبہ کرنے والوں
میں ایک نے توبہ کی دوسرا تردد میں
رہا دوبارہ لے گئے تو بھی یہی ماجرا
ہوا۔ دوسرے نے بھی توبہ کی۔ تیسرا
ابھی تک متردد رہا۔ اور اسے قضیہ
اتفاقیہ سمجھتا رہا۔ تیسری بار لے گئے تو
بھی یہی قصہ پیش آیا وہ بھی بتوفیق
خداوندی تائب ہو گیا۔ ماشاءاللہ
والحمد للہ۔

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
کے موئے مبارک کے لئے بھی بطور کرامت
و اعزاز کے بادل ظاہر ہوا تو خود
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تو اس
معجزہ میں بہرحال کسی شک و شبہ کی
گنجائش باقی نہیں رہتی۔ ہمارے ضلع
کے ایک شاعر صاحب جناب عطاء اللہ
خان گنڈہ پور" جو حضرت الاستاذ سرگودھوی
رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھی اپنا
فارسی کلام پیش کرتے اور خراج تحسین
حاصل کیا کرتے تھے" نے سایہ بادل
کے متعلق خوب تخیل باندھا ہے۔ وہ
فرماتے ہیں ؎

تا سایہ ات بخاک نیفتد ازاں کشید
چترے بہ سرو قامت بالائے تو سحاب
یا آفتاب تاب جمال رخت نداشت
بر رو ردائے ابر کشید از پئے حجاب

بہرحال جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم کی ذات پاک میں آثار و انوار
سعادت و نبوت بچپن ہی سے اہل دل
کو نظر آنے لگے تھے۔ بلکہ اس سے
بہت پہلے ارہاصات کا ظہور ہونے لگا
تھا۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
کے طفیل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کی امت کے بعض خواص کو بھی یہ
عزت اور کرامت عطا فرمائی گئی کہ
بچپن اور طفولیت سے اہل اللہ کو
ان کی جبین مبین سے سعادت کے
انوار نظر آنے لگتے ہیں ؎

سرو حقانی کی پیشانی کا نور
کب چھپا رہتا ہے پیش ذی شعور

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی
رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادگان حضرت خواجہ
محمد سعید صاحبؒ اور حضرت خواجہ محمد معصوم
صاحبؒ کے متعلق بھی جیسا کہ ان
کے حالات میں مرقوم ہے بچپن ہی سے
آثار سعادت و ولایت ظاہر ہونے
لگے تھے۔ سوانح قاسمی میں حجۃ الاسلام
حضرت قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ
کے متعلق بھی اس قسم کی پیشگوئیاں
آپ کی صغر سنی ہی سے مذکور ہیں۔

قبلہ حضرت الاستاذ سرگودھویؒ کو
بھی معلوم ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے
اس نعمت عظمیٰ سے نوازا۔

قطب زماں حضرت مولانا ابوسعد احمد
خان رحمۃ اللہ علیہ نے آٹھ ہی سال
کی عمر میں آپ کی سعادت کے آثار
محسوس فرما کر خود ہی خانقاہ کے لئے
والدینؒ سے مانگا اور "دروانہ" کا
خطاب عطا فرمایا۔ بعد میں جو بزرگ
بقول حضرت بنوری مدظلہٗ کے بیک وقت
خانقاہ، درس گاہ، منبر اور دارالافتاء

(باقی صفحہ ۱۵ پر)

پروگرام

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی

۲۵ رمئی ۶۷ء بروز ہفتہ؛ لاہور سے ملتان بذریعہ
غزالہ روانہ ہوں گے وہاں سے مدرسہ عربیہ
احیاء العلوم عیدگاہ مظفر گڑھ کے سالانہ اجلاس
میں شرکت کیلئے تشریف لے جائیں گے۔ رات
کو قیام مظفر گڑھ میں رہے گا۔

۲۸ رمئی ۶۷ء بروز اتوار بذریعہ تھل ایکسپریس
صبح ۳½ بجے ملتان تشریف لے جائیں گے۔
۷½ بجے بذریعہ غزالہ عازم ساہیوال ہوں گے
بعد از نماز ظہر جامعہ رشیدیہ کے ٹیوب ویل کا
افتتاح فرمائیں گے۔ شام کو آہو ایکسپریس سے
واپس لاہور تشریف لے آئیں گے۔

(حاجی بشیر احمد)

حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب کا واہ کینٹ میں

درسِ قرآن

منعقدہ ۲۶ نومبر ۱۹۶۶ء

مرتبہ محمد عثمان غنی بی۔اے

(۵)

میرے بزرگو! میں عرض یہ کر رہا تھا کہ اعراف اُسے کہتے ہیں، قرآن مجید میں جو لفظ آتا ہے سورت اعراف میں، اعراف میں وہ لوگ ہوں گے جن کی نیکیاں اور بدیاں آپس میں برابر ہونگی یا وہ لوگ ہوں گے جن کے سارے اعمال ٹھیک ہوں گے لیکن ماں اُن سے یا باپ اُن سے ناراض ہوگا تو اُن کو جنت کا داخلہ نہیں ملے گا اور نیکیوں کی وجہ سے وہ جہنم میں نہیں جائیں گے لیکن اس گناہ کی پاداش میں جنت میں بھی جانے سے محروم رہیں گے۔

یاد رکھو میرے بزرگو! تمام علمائے اسلام کتابُ الزواجر ایک کتاب ہے جس میں لکھا ہے کہ تمام علمائے اسلام اس بات پر متفق ہیں، تمام آئمہ اس بات پر متفق ہیں، حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی وغیرہ سارے کہ عَدُّ الْعُقُوْقِ مِنَ الْکَبَائِر۔ ماں باپ کی نافرمانی گناہ کبیرہ میں سے ہے اور گناہِ کبیرہ کا جو مرتکب ہو (اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور دوسرے دوستوں کو بھی فرمانبرداری کی توفیق عطا فرمائے) عموماً ہمارے مولوی حضرات، ہمارے آئمہ مساجد چونکہ خود پڑھ لیتے ہیں، اگر ماں باپ نے کچھ نہیں پڑھا تو پھر ماں باپ ان کی نظروں میں حقیر ہو جاتے ہیں اس لئے یاد رکھیں وہ مولوی صاحبان، وہ امام صاحبان جن کو کچھ تھوڑا سا علم حاصل ہوا، اگر وہ ماں باپ کے نافرمان ہیں تو ان کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمہ ہے جب گناہِ کبیرہ کے وہ مرتکب ہوگئے تو گناہِ کبیرہ کا جو مرتکب ہو اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہِ تحریمہ ہے۔ کیا مطلب؟ اس نماز کو پھر دوبارہ لوٹایا جائے جو کسی ایسے امام کے پیچھے پڑھی کہ امام کو ماں تو گالیاں دیتی ہو، باپ تو بد دعائیں دیتا ہو اور ماں باپ کی یہ توہین کرتا ہو اور وہ مصلے پر کھڑا ہوتا ہے؟ — محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مصلے پر؟ جس مصلے نے اپنی دائی کا بھی احترام کیا۔ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوتی ہیں (جنہوں نے حضورؐ کو پالا تھا) امام الانبیاءؐ اٹھتے ہیں اپنی چادر بچھاتے ہیں، اپنی مائی کو (دودھ پلانے والی ماں کو) وہاں بٹھایا۔ پوچھا گیا تو فرمایا کہ یہ میری ماں ہے جس نے مجھے دودھ پلایا — حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ جس نبی نے اپنی دودھ پلانے والی ماں کی اتنی عزت کی — اور آج بھی جن بھائیوں نے حج کیا۔ (اللہ اُن کے حجوں کو قبول فرمائے اور مجھے بھی اور آپ کو بھی اللہ تعالیٰ یہ دولت نصیب فرمائے) مدینہ منورہ میں حلیمہ سعدیہ کا مزار جنت البقیع میں موجود ہے جس جنت البقیع کے متعلق امام الانبیاءؐ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں قیامت کے دن سب سے پہلے جن لوگوں کے لئے شفاعت کروں گا وہ کون ہوں گے؟ وہ اَهْلُ الْبَقِيْعِ ط جنت البقیع میں جو لوگ دفن ہیں میں ان کی شفاعت کروں گا۔ اور دوسری حدیث میں فرمایا۔ مَنْ شَآءَ اَنْ يَّمُوْتَ فِي الْمَدِيْنَةِ فَلْيَمُتْ۔ جس کی یہ ہو سکے کہ وہ مدینے میں مرے تو اس کو مدینہ میں مرنا چاہئے۔ کیونکہ میں سب سے پہلے مدینے والوں کی شفاعت کروں گا۔ قرب حاصل ہو گیا نبیؐ کریم کا (صلی اللہ علیہ وسلم)، ہم کہاں کہاں بھٹکتے ہیں فرمایا جس شخص کی موت مدینہ منورہ میں ہو جائے۔ میں اُس کے لئے شفیع ہوں گا قیامت کے دن۔ اگر مدینہ میں نہ مرا، نیت تو کرے (آپ نیت کریں، میں بھی نیت کروں، کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی جوار نصیب فرمائے نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ اللہ مجھے اس بلدہ میں موت نصیب فرمائے تاکہ میرے جتنے قصور اور گناہ ہیں وہ بھی اللہ تعالیٰ کے حضور معاف ہو جائیں اللہ آپ کو بھی یہ سعادت نصیب فرمائے)۔

حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، خلیفۃ المسلمین جن کے متعلق امام الانبیاء فرماتے ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) لَوْ كَانَ بَعْدِيْ نَبِيًّا لَكَانَ عُمَرُ رضؓ میرے بعد اگر کسی نے نبی ہونا ہوتا تو تو عمر نبی ہوتا۔ لیکن میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں — وہ عمر فاروق رضؓ کیا دعا مانگا کرتے تھے؟ آج تو میرے بھائی (اللہ مجھے بھی اور آپ کو بھی سمجھ نصیب فرمائے) ہم نے کبھی قبر کی بہتری کی دعا ہی نہیں مانگی، کبھی موت کے لئے دعا نہیں مانگی کہ میری موت اچھی ہو، کبھی قیامت کے لئے دعا نہیں مانگی (ممکن ہے آپ لوگ مانگتے ہوں، ہمارا نفس تو اتنا شیطان ہے کہ بس دنیا کے چکر میں پڑا رہتا ہے) حضرت عمر فاروق رضؓ کی دعا ہوتی تھی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی) شرف بناتا ہوں مدینہ منورہ کا، شرف بناتا ہوں روضۂ خضراء کا، شرف بناتا ہوں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب و جوار کا — حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ دعا مانگا کرتے تھے۔ اے میرے اللہ! میری موت ہو شہادت کی، اور موت بھی کہاں؟ فِيْ بَلْدَةِ رَسُوْلِكَ ط تیرے رسولؐ کے شہر میں — ان دونو دعاؤں میں بڑا تضاد معلوم ہوتا ہے۔ صحابہ کرامؓ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمر فاروقؓ یہ دعا کرتے تھے تو ہم سوچتے تھے کہ یہ کیسے ہوگا؟ شہید تو تب بنیں کہ کسی جہاد میں جائیں (اور اس وقت عرب میں تو دین پھیل چکا تھا) افریقہ میں جا کر لڑیں، شام میں جا کر لڑیں، دوسرے کسی ملک میں جا کر جہاد کریں اور اس جہاد میں آپ پھر شہید ہو جائیں تو تب موت ملے گی شہادت کی۔ اور اُدھر آپ یہ دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ! میری موت تیرے نبی کے شہر میں ہو۔ فِيْ بَلْدَةِ نَبِيِّكَ ط تو ان دونو دعاؤں میں کیسے اتصال ہوگا؟ لیکن وہ عمرؓ جس کے متعلق نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ نے حق جاری کر دیا عمر کی زبان پر — جو بیس مقامات

ہیں جن میں حضرت عمر فاروق رضؓ نے جو رائے دی اور ان کی تطبیق میں پھر قرآن مجید نازل ہوا مَنْ وَافَقَ رَأْيُهُ بِالْوَحْيِ جس کی رائے کتاب اللہ کے مطابق ہوئی۔

یہاں یہ شبہ نہ کیا جائے کہ حضرت عمر رضؓ نے پہلے کہا تو پھر کتاب نازل ہوئی۔ قرآن تو ویسے بھی نازل ہونے والا تھا لیکن عمر فاروق رضؓ کا سینہ اتنا صاف تھا کہ جو بات آگے آنے والی تھی تو آپ کے دل میں یہ القاء ہو جاتا تھا کہ امام الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سامنے وہ رائے پیش کر دیتے کہ اللہ کے نبیؐ! یوں ہو جائے تو بہت اچھا ہے۔ چنانچہ قرآن بھی اسی کے مطابق نازل ہوا۔

تو عمر فاروق رضؓ کی دعا کیسے رد ہو سکتی تھی (آپ دوست تو جانتے ہی ہیں سیرتِ فاروق رضؓ پڑھی ہو گی آپ نے) کہ حضرت عمر فاروق رضؓ صبح کی نماز محراب نبوی میں پڑھا رہے ہیں —— فِي بَلَدِ رَسُوْلِكَ ؕ نہیں، فِي مَسْجِدِ رَسُوْلِكَ ؕ تیرے رسولؐ کی مسجد میں، فِي مِحْرَابِ رَسُوْلِكَ ؕ تیرے رسولؐ کے محراب میں، صبح کی نماز پڑھا رہے ہیں، قرآن پڑھ رہے ہیں۔ ایک آتا ہے، وہاں بیٹھا ہوا تھا قاتل، حبشی، پارسی، مجوسی جو قاتل ہے حضرت عمر فاروق رضؓ کا، اُس نے آپ کو خنجر مارا —— اب دیکھئے موت شہادت کی ہو گئی کہ آپ مارے گئے خنجر کے ساتھ، شہادت بھی مل گئی —— اور موت کہاں واقع ہو گئی؟ فِي بَلَدِ رَسُوْلِكَ ؕ نہیں بلکہ فِي مِحْرَابِ مَسْجِدِ رَسُوْلِكَ ؕ تیرے رسولؐ کی مسجد کا جو محراب ہے اس میں میری موت واقع ہو جائے۔

تو مدینے کی تو موتوں کی خواہش بڑے بڑے علماء کرتے ہیں، بڑے بڑے صوفیاءؒ کرتے ہیں۔ وہ پاکیزہ مقام، وہ پاکیزہ جگہ جہاں خداوند قدوس کی کروڑوں رحمتیں ہر وقت برستی ہیں —— اب بھی برستی ہیں بشرطیکہ نظر والا ہو۔ اندھے کو کیا نظر آتا ہے، خاک؟ آنکھوں والا جا کر دیکھے کہ کیا ہو رہا ہے وہاں؟ امام الانبیاءؐ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام مقدس، وہ مدینۂ طیبہ، وہ پاکیزہ گلیاں، جہاں پر امام الانبیاء نے سانس لیا اور آج بھی وجودِ مقدس آرام فرما ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ ساری کائنات کی نعمتوں سے بالاتر ہے۔ ہمارے بانیٔ دارالعلوم دیوبند مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ جب حج کو جایا کرتے تھے تو بیرِ علی رضؓ کے قریب جب آدمی پہنچتا ہے (پہلے زمانے میں اونٹ پر سواری ہوتی تھی (اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو یہ سعادت پھر نصیب فرمائے) تو میرے دوستو! وہاں سے گنبدِ خضراء نظر آ جاتا ہے، مینارہ نظر آ جاتا ہے، گنبدِ خضراء نظر آتا ہے تو وہاں پر عاشق زائر کا پھر یہ جی نہیں کرتا کہ وہ پھر وہاں سے جناب پیدل نہ چلے، پھر وہ اونٹوں پر یا موٹر پر جائے؟ وہ ایک شاعر کا شعر ہے ؎

إِذَا بَلَّغْنَ بِنَا الْمَطِيُّ مُحَمَّدًا
فَظُهُوْرُهُنَّ عَلَى الرِّجَالِ حَرَامٌ

جب ہماری سواریاں ہمیں محمدؐ کے قریب لے جاتی ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم کے) تو پھر اُن سواریوں کی پیٹھیں ہم پر حرام ہو جاتی ہیں، پھر ہم سواریوں پر نہیں بیٹھتے۔ تو حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سواری سے اتر پڑا کرتے تھے اور پیدل چلتے تھے مدینہ منورہ میں۔ اور جتنا زمانہ مدینے میں رہتے تھے جوتا نہیں پہنتے تھے ہندوستان میں بھی آ کر سبز مخمل کا جوتا نہیں پہنا (حالانکہ ہندوستانی دوست پہنتے ہیں۔ علماء کو میں نے خود دیکھا ہے) آپ سے پوچھا گیا تو فرماتے تھے کہ میں اُس رنگ کا جوتا پہننا پسند نہیں کرتا جو رنگ ہے گنبدِ خضراء کا —— محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مقدس کا رنگ سبز ہو اور سبز رنگ کا جوتا پہنے محمد قاسم اپنے پاؤں میں؟ جو رنگوں کا بھی احترام کرتے ہیں کیا مقام ہو گا ان کے ہاں امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ کا؟

تو میں عرض یہ کر رہا تھا میرے بزرگو، میرے بھائیو! کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام یہ دعائیں کرتے تھے اور دعا کے سلسلہ میں حضرت حلیمہ کی دعا کی بات چلی کہ حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضورؐ کی دایہ ہیں، حضورؐ نے اپنی دایہ کی اتنی عزت کی کہ امام الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی چادر بچھائی۔ حضورؐ کی چادر کو معمولی نہ سمجھو —— وہ چادر —— ؟ سبحان اللہ! —— جس کا سایہ بھی کسی پر پڑ گیا جہنم اس پر حرام ہو گئی —— وہ چادر؟ حضورؐ نے اپنے ہاتھوں سے بچھائی اور اپنی دودھ پلانے والی ماں کو وہاں پر بٹھایا، تو جو ماں جنتی ہو، جو ماں حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ وَّفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ ؕ جو ماں اتنی مصیبت برداشت کرتی ہو اُس ماں کا کیا مقام ہو گا اسلام میں؟ اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو ماں باپ کا نافرمان ہو گا وہ جنت کی خوشبو سے بھی محروم ہو گا تو جنت کی جب خوشبو سے بھی محروم ہے، تو میں نے عرض کیا کہ اعراف پر وہ لوگ بھی ہوں گے جن لوگوں کی ساری نیکیاں ہوں گی لیکن وہ ماں باپ کے نافرمان ہوں گے۔ یہ ماں باپ کی نافرمانی کا داغ اور دھبہ اتنا بڑا ہو گا کہ ان کو جنت کے داخلے سے روک دے گا —— اسی مناسبت سے اس سورت کا نام ہے سورتِ الاعراف۔

اس میں کچھ اور باتیں بھی ہیں مگر میں تبرکاً پہلی آیت پڑھ کر دعا کرتا ہوں پھر اگلے درس میں انشاء اللہ اگر اللہ نے توفیق شاملِ حال کی تو کچھ عرض کروں گا۔ ارشاد فرمایا۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ؕ شروع کرتا ہوں میں اُس اللہ کے نام کے ساتھ جو نہایت مہربان ہے، جو بخشنے والا ہے۔ اس سے بڑھ کر کوئی مہربان نہیں یہ ساری کائنات جو دنیا میں ہے اُسی کی رحمت کا پرتو ہے اور وہ بخشتا بھی ہے جو اس کے دروازے پر ہاتھ پھیلائے۔ مجرم سے مجرم انسان اللہ کے سامنے ہاتھ پھیلائے تو بخش بھی دیتا ہے۔ قرآن میں صاف فرمایا۔ نَبِّئْ عِبَادِيْ أَنِّيْ أَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ میرے بندوں کو خبر کر دیجئے میں بخشنے والا مہربان ہوں۔ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ أَسْرَفُوْا عَلٰى أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اے انسانو! اپنے آپ پر ظلم کرنے والو! اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ إِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اللہ سارے گناہوں کو بخشتا ہے۔ إِنَّهُ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ؕ وہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اس نے اپنی مہربانی کے ساتھ پھاتی پرسوں کی رات ہمیں دے دی ہے۔ (کل کی رات) ۱۵ شعبان، شبِ برأت جس میں مسلمان آتش بازی کرتا ہے، گولے

چھوڑتا ہے، جس کے نبی نے آ کر آتش کدوں کی آگ کو بجھایا وہ اُمت آج آگ کو ابھارتی ہے۔ کتنا ظلم ہے؟ آپ دوست جانتے ہی ہیں جس رات امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی ۱۲ ربیع الاول کو، تو ایران کا وہ آتش کدہ جہاں پر ایک ہزار سال سے آگ جلتی تھی یکدم ٹھنڈا ہو گیا۔ آگ بجھ گئی تو اُس کے جو پجاری تھے وہ آپس میں بیٹھے، بڑے پجاری سے پوچھا کیا بات ہے؟ اُس نے کہا میں نے یہ سنا ہے، ہمارے پرانے نوشتوں میں آیا ہے کہ جب دنیا میں آخری نجات دہندہ پیدا ہوگا (صلی اللہ علیہ وسلم) تو اس کی ایک علامت یہ بھی ہو گی کہ ہمارے اس آتش کدے کی آگ ٹھنڈی پڑ جائیگی میں سمجھتا ہوں کہ آج رات وہ پیدا ہو چکا ہے۔ تو جس نبی کے آنے سے آتش کدوں کی آگ بجھ گئی آج اس نبی کی امت آتش بازی کرے ایسی راتوں میں؟ یہ تو ہمیں شیطان نے سمجھا دیا کہ یہ رات تیری مغفرت کی تھی، اس رات کو یوں گذار کہ تو خدا کا باغی رہے۔ میرے دوستو اور میرے بھائیو! کل کی رات، کل کا دن گذر کر جو رات آنے والی ہے، اس رات کو آپ بھی جاگیں، اپنی بچیوں کو جگائیں، بیویوں کو جگائیں، چھوٹے بڑے سب جاگیں، اللہ کا ذکر کریں، قرآن مجید کی تلاوت کریں، استغفار کریں۔ حضورؐ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ اس رات سارے انسانوں کو بخش دیتا ہے مگر کینے کو نہیں بخشتا۔ کینے کو اپنے دل سے نکالنے کی کوشش کریں۔ اور پھر پندرہ تاریخ شعبان کا روزہ رکھیں جس کی بڑی فضیلت حدیثوں میں آئی ہے پھر انشاء اللہ دیکھیں کتنی رحمتیں آپ پر، ہم پر نازل ہوتی ہیں۔ اللہ مجھے بھی اور آپ کو بھی عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

تو فرمایا میں رحمٰن ہوں۔ اس دنیا کی ساری رحمت میری ہے اور رحیم ہوں۔ تم غلطیاں کرو تو میں بخش بھی دیتا ہوں۔

الٓمٓصٓ ۝ یہ حروف مقطعات میں سے ہیں ان کی مراد اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے حروف مقطعات سورتوں کے شروع میں اس لئے لائے جاتے ہیں کہ آگے جو کچھ ان سورتوں میں آنے والا ہے اگر تمہاری سمجھ میں نہ بھی آتے تب بھی ماننا وہ میری بات ہے۔ جیسا کہ تم الٓمٓصٓ کا معنیٰ نہیں جانتے مگر مانتے ہو کہ خدا کا کلام ہے تو آگے جو مضمون آنے والا ہے تم اگر نہ سمجھ سکو تو اس مضمون کو بھی ماننا وہ بھی میری ہی بات ہے۔

کِتٰبٌ۔ یہ قرآن مجید ایک کتاب ہے بہت بڑی کتاب ہے۔ اُنْزِلَ اِلَیْكَ۔ جو اتاری گئی آپؐ کی طرف، آپؐ کا مقام پھر کتنا بڑا ہو گا؟ جس پر کتاب نازل ہوئی ہے وہ کتنی بڑی ذات ہوگی؟ فَلَا یَكُنْ فِیْ صَدْرِكَ حَرَجٌ پس نہیں ہونا چاہیئے آپؐ کے سینہ میں کسی قسم کا کوئی بھی تنگی کا مقام۔ مِنْهُ۔ اس کے پہنچانے سے۔ کیونکہ آپؐ مکے میں ہیں اور مکے والے سارے مشرک اور بت پرست ہیں۔ آپؐ کی باتوں کے ساتھ مذاق کرتے ہیں، ٹھٹھا کرتے ہیں، آپؐ کو پتھر مارتے ہیں، گالیاں دیتے ہیں (نعوذ باللہ) ہو سکتا ہے کہ آپ بتقاضائے بشریت کہیں تنگ ہو جائیں، فرمایا۔ فَلَا یَكُنْ فِیْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ۔ اس قرآن کے پہنچانے میں سینے کو تنگ نہ کیا جائے۔

لِتُنْذِرَ بِهٖ۔ قرآن ہم نے اس لئے نازل کیا تاکہ اس قرآن کی برکت سے آپ لوگوں کو ڈرائیں۔ وَ ذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِیْنَ ۝ اور قرآن سراپا نصیحت ہے ان لوگوں کے لئے جو یقین رکھتے ہیں۔ اللہ مجھے اور آپ کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

دُعا رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝ وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ط اللہ تعالےٰ میرے، آپ کے گناہوں کو معاف فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن پر عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔ جن کے ماں باپ زندہ ہیں اللہ ادب کی توفیق عطا فرمائیں، جن کے ماں باپ فوت ہو چکے ہیں اللہ ان کی روحانیت کو خوش کرنے کی توفیق عطا فرمائیں، ان کی روحوں پہ ایصالِ ثواب کرنے کی توفیق عطا فرمائیں، ان کے روحوں کے درجات بڑھانے کے لئے اللہ کے نام پر صدقہ دینے کی توفیق عطا فرمائیں جتنے مسلمان فوت ہو چکے ہیں اللہ تعالیٰ سب کو جنت الفردوس نصیب فرمائیں — خصوصیت کے ساتھ حضرت قاضی احسان احمد صاحب شجاع آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے لئے رفع درجات کی دعا فرمائیں اللہ تعالےٰ قاضی صاحب کی قبر کو پُرنور فرمائیں، انہوں نے جو دین کے لئے محنتیں کیں اللہ ان کو اجرِ جزیل عطا فرمائیں، اللہ امتِ مسلمہ کو ان کا نعم البدل نصیب فرمائے، اللہ تعالےٰ اُن کے بال بچوں پر اپنا فضل و کرم فرمائے۔ اللہ ان کے پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ ہمارے ایک دوست بشیر احمد بگوی کے والدین فوت ہو چکے ہیں۔ ان کے لئے بھی دعا فرمائیں اللہ ان کو جنت الفردوس نصیب فرمائیں۔ اللہ ہمارے والدین کو بھی جنت نصیب فرمائیں جن کے والدین زندہ ہیں اُن کا سایہ تا دیر سلامت رکھیں۔ جو بھائی ایبٹ آباد سے، لاہور سے، کھاریاں سے تشریف لاتے ہیں یا مقامی دوست، اللہ تعالیٰ ان سب کی محنتوں کو قبول فرمائے۔ اللہ تعالیٰ صاحب خانہ کو بھی اپنی رحمتوں سے نوازے۔ اللہ اس درس کا اہتمام کرنے والوں سے راضی ہو۔ اللہ اس میں اور بھی برکتیں نازل فرمائے۔ اللہ ہمارے اکابر کی برکات سے مجھے بھی، آپ کو بھی نوازے۔ اللہ تعالےٰ کشمیری مسلمانوں کا فیصلہ ان کے حق میں ٹھیک فرما دے۔ اللہ تعالےٰ فلسطین کے عربوں کا معاون ہو۔ اللہ تعالےٰ اسرائیل کے منصوبوں کو خاک میں ملا دے۔ اللہ تعالیٰ قبرص کے ترکوں کی امداد فرمائے۔ اللہ تعالےٰ عالمِ اسلامی کو اتحاد اور استحکام نصیب فرمائے۔ جہاں جہاں دینی کام ہو رہے ہیں اللہ سب کے کاموں میں برکت پیدا فرمائیں۔ اللہ مجھ سے، آپ سے سب سے راضی ہو۔ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَیْرِ خَلْقِهٖ وَجَمَالِ عَرْشِهٖ سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ ط مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ ط

بقیہ: برگِ سبز

کی زینت بنے۔ کیا اس کے "دُردانہ" ہونے میں کوئی شک باقی رہ جاتا ہے اور کیا ایک ولی اللہ کی فراست ایمانی نے آپ کی ہشت سالگی میں جو پیشگوئی فرمائی تھی وہ حرف بحرف پوری نہ ہوئی۔ وہ جس نے فنا فی اللہ بزرگوں کے حق میں کہا تھا یقیناً صحیح کہا تھا کہ ؏

فانی است وگفت اوگفت خدا است

تعارف وتبصرہ

مضطر گجراتی بی۔اے

نام کتاب امام اعظمؒ اور علم الحدیث
مولفہ مولانا محمد علی صاحب صدیقی کاندھلوی۔ صدر دارالعلوم شہابیہ سیالکوٹ
ضخامت۔ ۸۲۲ صفحات کاغذ سفید سائز ۲۰×۳۰/۱۶
مجلد مع گردپوش قیمت ۱۵ روپے
ملنے کا پتہ :۔ انجمن دارالعلوم الشہابیہ۔ رنگپورہ روڈ۔ سیالکوٹ شہر

تمام مسلمانوں کے نزدیک دین میں قرآن وسنت دونوں حجت ہیں۔ قرآن پاک اگر حیات اجتماعیہ انسانیہ کے لئے خدا کے احکام عطا فرماتا ہے۔ تو سنت اُن احکام کی عملی شکل پیش کرتی ہے۔ اور یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے۔ کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کو علم اور دوسرے کو عمل کی صورت میں امت کے پاس چھوڑا۔ حضور انورؐ کے بعد خلفائے راشدینؓ نے دونوں کی حفاظت کی اور دونوں کی نشرواشاعت کو اپنا اہم دینی فریضہ قرار دیا۔

حدیث تاریخ سنت ہی کا نام اور سنت شناسی کا واحد معتبر ذریعہ ہے۔ امت کبھی بھی اس سے بے نیاز نہیں ہو سکتی۔ اسے فن کی حیثیت میں مدون کرنے والے حضرات ائمہ حدیث کہلاتے ہیں۔ جنہوں نے مسلسل عرق ریزیوں اور متواتر کاوشوں سے ذخیرہ حدیث کو ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیا ہے۔ علمائے اسلام نے حدیث کی اہمیت اور محدثین کرام پر وقتاً فوقتاً گرانقدر تالیفات پیش کی ہیں اور آئمہ فقہ والحدیث کے کارناموں کا مبسوط انداز میں جائزہ لیا ہے۔

صحابہؓ کے بعد آئمہ مجتہدین کی مبارک صف میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ پہلے نمبر پر آتے ہیں۔ اسی طرح محدثین کے زمرے میں بھی انہیں اہم مقام حاصل ہے۔ اور جید اہل قلم نے امام صاحبؒ پر بیسیوں مستقل کتابیں لکھی ہیں۔ بلکہ یہ کہنا غلط نہ ہوگا۔ کہ کوئی دینی کتاب ایسی نہیں جس میں امام صاحبؒ کا مبارک تذکرہ جلی حروف میں نہ ملتا ہو۔ بعض دوررس نظر نہ رکھنے والوں نے امام صاحبؒ کو امام الحدیث ماننے میں تامل کیا ہے جو غالباً اس بنا پر ہے۔ کہ امام صاحبؒ دیگر آئمہ حدیث کے مقابلے میں متشدد فی الروایۃ تھے۔ اس مبحث کو اکثر علمائے تصانیف نے ٹھوس اور وقیع حوالوں کے ساتھ صاف کرتے ہوئے ثابت کیا ہے کہ امام صاحبؒ کا مقام جتنا اونچا فقہ میں ہے۔ اُتنا ہی اونچا علم حدیث میں بھی ہے۔ اور بڑے بڑے محدثین اس قول میں ایک دوسرے کے ہمنوا ہیں۔ بادی النظر میں امام صاحب کو جو شہرت امام الفقہ کی حیثیت سے حاصل ہے۔ وہ امام الحدیث کی حیثیت سے نہیں۔ لیکن اس سے یہ سمجھنا صحیح نہ ہوگا۔ کہ امام صاحبؒ حدیث میں اونچا مقام نہیں رکھتے۔ اُس کی وجہ یہ ہے۔ کہ فقیہہ ومجتہد ہونے کے لئے ضروری ہے۔ کہ اولاً اُس کی نظر شریعت حقہ کے پورے کے پورے سسٹم قرآن حکیم، اُسوۂ نبوتؐ اور اعمال اصحابہؓ پر ہو۔ اور اُس کی نظر سے شریعت کا کوئی گوشہ اوجھل نہ ہو۔ اور پھر اُن سے مسائل کے استخراج کا سلیقہ رکھتا ہو۔ لہذا ایک محدث اگر فقیہہ نہ ہو تو کوئی بات نہیں۔ لیکن یہ ناممکن ہے کہ ایک محقق و فقیہہ ومجتہد تو ہو مگر محدث نہ ہو

زیر نظر کتاب میں فاضل مولف نے جہاں امام صاحبؒ کے سوانحی گوشوں پر مفصل روشنی ڈالی ہے۔ وہاں اس بات پر بھی سیر حاصل بحث کی ہے۔ کہ امام اعظمؒ صرف امام فقہ ہی نہیں بلکہ امام حدیث بھی ہیں۔ اس ضمن میں تمام متعلقہ مباحث کو اس خوبی سے سمیٹا گیا ہے۔ کہ فاضل مولف کی دقتِ نظر، وسعت مطالعہ، اور علمی تبحر کو بیساختہ خراج تحسین ادا کرنا پڑتا ہے۔ بعض ایسے نادر پہلوؤں پر بھی گفتگو کی گئی ہے جو کسی دوسری کتاب میں نہیں ملیں گے کتاب میں جو بات بیان کی گئی ہے۔ پورے اعتماد اور حوالے کے ساتھ بیان کی گئی ہے۔ اور آخر میں اُن تمام کتب کی طویل فہرست دی گئی ہے۔ جن سے کتاب مذکورہ کی ترتیب وتالیف میں استفادہ کیا گیا ہے۔ ہمارے خیال میں مولانا محمد علی صاحب صدیقی کاندھلوی نے امام اعظمؒ پر یہ کتاب لکھ کر نہ صرف دینی لٹریچر میں قیمتی اضافہ کیا ہے بلکہ قوم پر قابل قدر علمی احسان فرمایا ہے۔ عوام وخواص کو چاہئے کہ اسکے مطالعہ سے قدردانی کا عملی ثبوت دیں

نام کتاب۔ القول العزیز
ضخامت۔ ۱۸۴ صفحات۔ کاغذ سفید قسم اول کتابت وطباعت ستھری مجلد مع گردپوش
قیمت۔ دو روپے پچاس پیسے
مولفہ۔ مولانا عزیز الرحمن صاحب بانی ومہتمم مدرسہ امداد العلوم عزیزیہ ایبٹ آباد۔ (ہزارہ)

بزرگان دین کے ملفوظات ومکتوبات کو کتابی صورت میں محفوظ کر لینا قومی و دینی نکتہ نظر سے بڑا ضروری ہے۔ اور جو لوگ قطع نظر اس سے کہ وہ کسی بزرگ سے باقاعدہ منسلک ہوں یا نہ ہوں۔ اس ضرورت کو عملی جامہ پہناتے ہیں۔ وہ بالواسطہ معاشرے کی روحانی تعمیر واصلاح اور اخلاقی ارتقاء کی گرانقدر خدمت سرانجام دیتے ہیں

زیر نظر کتاب بھی ایسے ہی مبارک سلسلے کی مفید کڑی ہے۔ جس میں مولانا مولوی عزیز الرحمن صاحب نے حضرت مولانا مفتی شاہ محمد حسن صاحب نور اللہ مرقدہ بانی مدرسہ جامعہ اشرفیہ لاہور کے ارشادات وملفوظات ومکتوبات کو جمع فرما کر زیور طباعت سے زینت دی ہے۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت پاک وہند میں محتاج تعارف نہیں وہ معقولات ومنقولات دونوں کے جامع تھے طریقت میں بھی بلند مقام کے حامل تھے۔ اگر ایک طرف قرآن حکیم پر گہری نظر رکھتے تھے تو دوسری طرف منطق و فلسفہ، فقہ و حدیث ادب ومعانی اور طریقت کے تمام گوشوں پر بھی حاوی تھے۔ برسوں ان علوم کے پیاسوں کو سیراب کرتے رہے۔ اور ہزاروں بندگانِ خدا کی اصلاح کا باعث بنے۔ حضرت حکیم الامت تھانوی کے خلیفہ تھے۔ لہذا مزاج وطبیعت پر اُنہی کا رنگ غالب تھا۔ یہ مجموعہ اس لحاظ سے قابل مطالعہ ہے۔ کہ اس میں حضرت مفتی صاحبؒ کے معمولات اور شخصی کمالات سے متعلق واقعات کسی مبالغہ آرائی کے بغیر سیدھے سادے انداز میں بیان کئے گئے ہیں۔ واقعات کے تاثر اور افادیت کا یہ عالم ہے۔ کہ قاری کی دلچسپی بڑھتی چلی جاتی ہے۔ فی الحقیقت ایسے مجموعے ہر گھر اور ہر لائبریری کی زینت بننے کے قابل ہیں۔ کتاب مندرجہ ذیل پتوں سے مل سکتی ہے۔

(۱) شیخ محمد عالم احمد اصغر کمیشن ایجنٹ پرانی غلہ منڈی۔ لائل پور
(۲) جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور۔
(۳) ایڈیٹر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور

جمعیۃ الاصلاح میں مولانا ابوالحسن علی ندوی کی

ایک اہم تقریر

حمد و ثنا کے بعد عزیز طلبا، میں آپ کے سامنے کسی تکلف یا اشارہ کنایہ سے کام لینا نہیں چاہتا، اگر میں آپ سے بھی بے تکلفی سے بات نہ کروں گا۔ تو پھر کس ...... سے کروں گا؟ یہ میرے لئے انتہائی خوشی و مسرت کا مقام ہے کہ مجھ کو یہاں حاضری کا موقعہ ملا۔

ہمارے نصاب تعلیم کا یہ ایک اہم مسئلہ ہے۔ یہ نصاب اپنی خوبیوں اور امتیازات کے باوجود مگر ضروریات کو مکمل نہیں کرتا۔ کوئی ایسا شخص جو ذمہ دار اور حقیقت پسند ہو یہ نہیں کہہ سکتا کہ ہمارا نصاب تعلیم زندگی کی تمام ضروریات پر حاوی ہے۔ ہمارا نصاب تعلیم بھی اس کا مدعی اور ضامن نہیں، نصاب تو درحقیقت اس ملکہ خاص کا ضامن ہے۔ جو انسان کی زندگی میں قدم قدم پر رہنمائی و قیادت کا کام انجام دے سکے اور انسان کے اندر اتنی استعداد پیدا کردے کہ وہ کتابوں سے فائدہ اٹھا کر نتائج اخذ کرسکے۔ وہ زندگی کے تمام تقاضوں اور ضروریات کی تکمیل کا ضامن نہیں ہوتا قدیم نصاب تعلیم نے بھی یہ دعوی نہیں کیا، اگرچہ ہمارے نصاب میں ملکہ پیدا کرنے کی خصوصیت تو ہے۔ لیکن وہ زندگی کے ہر مرحلہ میں ہر انسان کی صحیح رہنمائی کرسکے اس کا وہ بھی مدعی نہیں ـــــ آج ماہرین تعلیم کے سامنے یہ مسئلہ بڑا اہم ہے۔ کہ نصاب تعلیم کے علاوہ طلباء کے لئے ایسی کیا چیز مہیا کی جائے جو زندگی اور منصب و مرتبہ کے تقاضوں کو پورا کرے اور جس ماحول میں ان تقاضوں کی تکمیل ہوتی ہو۔ اس ماحول سے صحیح رابطہ پیدا کرسکے۔ یہ مسئلہ مغرب کے دانشوروں سے لے کر مشرق کے عالموں تک سب کے لئے ایک اہم اور بڑا مسئلہ بن گیا ہے۔

ایک صورت تو یہ ہوسکتی ہے۔ کہ طلباء کے لئے کتب خانے مہیا کئے جائیں اور پھر اساتذہ کتابوں کے مطالعہ میں طلباء کی رہنمائی کریں۔ تاکہ طالب علم زندگی کے کارواں سے بچھڑنے نہ پائیں۔ اور جب وہ کسی کتاب کا مکمل مطالعہ کریں۔ اور اس پر حاوی ہوجائیں تو ان کو زندگی سے اجنبیت محسوس نہ ہو ـــ ایک راستہ یہ ہے۔ کہ طلباء کو وقتاً فوقتاً ایسے ماہرین تعلیم اور علم و فن کے فضلاء مہیا کئے جائیں جو ان کے سامنے نئے زاویے اور نئے حقائق پیش کریں اور قدیم علمی معلومات کے علاوہ جدید علوم کے حقائق سے طلباء کو آشنا کریں۔ اس طریقہ کو ہمارے ملک میں بھی آزمایا جارہا ہے۔ یہ سلسلہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، جامعہ ملیہ اور مشرق وسطی کے علمی مرکزوں میں بھی رائج ہے اور حقیقت ہے یہ بات انتہائی لائق تحسین و توصیف ہے کہ مشاہیر علم و فن یہاں آکر اپنے خطبات و مقالات سے علم و تعلیم کا نچوڑ آپ کے سامنے پیش کردیں۔ اور اور آپ بھی اہل علم کی مجلسوں اور محفلوں میں شریک ہوں۔ کیونکہ علم و فن کا ذوق جب ہی بنتا ہے۔ جب اہل علم کی مجلسوں سے ربط قائم رکھا جائے؟ اس کے بعد انسان بہت تھوڑے مواد سے کام لے سکتا ہے۔ لیکن ایسا ملکہ جب ہی پیدا ہوگا جب کہ مختلف مجالس اور محافل میں...... شرکت کی جائے۔ یہ سب باتیں وہی سمجھ سکتا ہے۔ جو علامہ شبلی اور سید سلیمان ندوی کی محفلوں میں شریک ہوا ہو ـــ مولانا شبلی کو قدرت نے فطری مورخ اور نقاد پیدا کیا تھا۔ مولانا سید سلیمان ندوی...... ان کی محفلوں میں شریک ہوتے رہے اور ان کے چشمۂ علم سے سیراب ہوتے رہے اور اس کی وجہ سے ان میں وہ شعور اور ذوق اور ملکہ پیدا ہوگیا۔ جو بہت کم لوگوں کو حاصل ہوتا ہے

ذوق کا مطلب یہ ہے۔ کہ اگر آپ کے سامنے شعر پڑھا جائے تو آپ اپنے ادبی ذوق سے یہ تبلادیں۔ کہ یہ فلاں کا شعر ہے۔ ایسا نہ ہو۔ کہ آپ کے سامنے انیس و دبیر کے اشعار پڑھے جارہے ہوں اور ان کو آپ غالب و ذوق کی طرف منسوب کریں۔ یا مومن کا شعر ہو اور آپ اس کو کسی اور کا سمجھ رہے ہوں لیکن یہ سب باتیں مختلف مجلسوں میں شرکت کے بعد پیدا ہوں گی۔

ہمارے لئے یہ بات افسوسناک ہوگی کہ ہم اس تیز رفتار دور میں طبیعات، سائنس وغیرہ کی ابتدائی معلومات سے بھی ناآشنا ہوں جو اس دور میں لازمی اور ضروری ہے۔ بلکہ اخبارات و رسائل کے سمجھنے کے لئے ان کا علم ناگزیر ہے۔ اس کے لئے بھی یہ ضرورت ہے۔ کہ آپ اس قسم کی محفلوں میں شریک ہوں اور معلومات حاصل کریں۔

مولانا نے خود اپنی مثال دیتے ہوئے فرمایا کہ انسان کے ذہن میں جب مراتب کا علم نہیں ہوتا۔ اور وہ موٹی بات نہیں جانتا تو اس حیادار آدمی کے لئے شرفاء کی مجلس میں شریک ہونا بھی دوبھر ہوجاتا ہے۔ مولانا نے واقعہ بیان کیا کہ جب میں نوعمر تھا اور میں نے نزہۃ الخواطر میں مشاہیر ہند کے متعلق نہیں پڑھا تھا، اس زمانہ میں مولانا سلیمان اشرف صاحب کی مجلس میں شریک ہوا۔ اس مجلس میں مفتی یوسف صاحب کا ذکر آیا (یہ مفتی صاحب مولانا عبدالحی صاحب کے داماد تھے) تو اس تذکرے میں مجھ سے نہ رہا گیا اور میں بول اٹھا کہ مفتی صاحب مولانا عبدالحی صاحب کے داماد تھے۔ تو مولانا سلیمان اشرف صاحب نے فوراً کہا مولوی صاحب چپ رہو اس وقت میری بہت سبکی ہوئی لیکن آپ اس سے عبرت حاصل کیجئے۔ کیونکہ اس تذکرے میں مفتی یوسف صاحب سے اور کوئی مراد ہوں، یہاں یوں سمجھئے کہ اگر آپ کے سامنے مولانا سلیمان صاحب کا تذکرہ ہو تو کون مراد ہوگا، کتنے سلیمان ہیں جو علم و فضل کے میدان میں شناوری حاصل کرچکے ہیں، اسی طرح قاضی مبارک کا تذکرہ ہو اور کسی کو معلوم نہ ہو کہ قاضی مبارک تین ہیں۔ اب وہ اس محفل میں بول اٹھے تو کتنی سبکی ہوگی اور شرم و ندامت کا سامنا کرنا پڑے گا۔

میں نے علماء کی چند ہی ایسی مجالس دیکھی ہیں جہاں خالص علمی گفتگو ہوتی تھی۔ شروع سے آخر تک تذکرہ ہوتا تو علم کا ہی ہوتا تھا۔ مولانا سید سلیمان ندوی کی مجلسیں شاہ حلیم عطا صاحب کی مجلسیں اور علامہ اقبال کی مجلسیں، گرچہ علامہ اقبال کی مجلس میں صرف دو مرتبہ شریک ہونے کا اتفاق ہوا۔ مجھے بہت خوشی ہوگی ایسے اہل کمال یہاں آئیں جو اپنے جگر کو آپ کے سامنے نکال کر رکھ

دیں۔ اور علم کا نچوڑ پیش کردیں۔ لیکن اس کے بعد بھی اگر آپ میں تغیر نہ ہو۔ اور آپ کی زندگی میں کوئی انقلاب نہ آئے تو یہ بہت بڑی بدنصیبی اور بدنامی کی بات ہے۔

اگر یہاں تاریخ اور اسلام کے ماہرین کو بلایا جائے۔ تو میرا خیال یہ ہے۔ کہ علوم جدیدہ کے ماہرین کو بھی دعوت دی جائے جو فزکس، طبیعات اور فلکیات وغیرہ پر آپ کے سامنے تقریریں کریں۔ اسی طرح ادبی ذوق کی نشو ونما کے لئے ادیبوں اور شاعروں کو بھی دعوت دی جائے۔

مولانا نے فرمایا کہ یہ زمانہ اختصاص کا ہے۔ آپ کو تمام ایسی معلومات ہونی چاہئے۔ کہ آپ یونیورسٹی کے طلباء تو کیا۔ اگر وہاں پروفیسروں کے سامنے بیٹھیں۔ تو بے تکلفی سے گفتگو کر سکیں۔ اور ان کے پاس بیٹھنے میں اجنبیت یا ہچکچاہٹ محسوس نہ نہ کریں۔ یہ الاصلاح ہے یہ بھی اسی کے لئے ہے۔ کہ آپ کے اندر ذوق علم پیدا ہو اس الاصلاح کے فائدہ کا بڑے بڑے لوگوں نے اقرار کیا۔ کہ اس نے ہم کو سب کچھ دیا مولانا عمران خاں صاحب، رئیس احمد جعفری صاحب ان سب نے اس کے احسان کا تذکرہ کیا ہے۔ مولانا نے کتابوں کے متعلق فرمایا کہ انتخاب بھی بہت بڑی چیز ہے۔ مطالعہ کے لئے انتخاب کے ساتھ مولانا نے ان مجلسوں میں شرکت کے فائدہ کو بیان کرتے ہوئے شعر پڑھا کہ ؎

ہر چند ہو مشاہدہ حق کی گفتگو
بنتی نہیں ہے بادۂ وساغر کہے بغیر

پھر فرمایا کہ دینی ذوق بھی اسی طرح بنتا ہے آپ اہل اللہ کے پاس بیٹھیں، مولانا نے کہا کہ ذوق کی تشریح نہیں کی جاسکتی، یہ تو خدا جس کو دیتا ہے۔ وہی سمجھ سکتا ہے۔ ہر چیز کا ایک ذوق ہوتا ہے۔ جو صرف اہل ذوق سے پیدا ہوتا ہے۔ ذوق ہر چیز کا بڑی مشکل سے پیدا ہوتا ہے۔ آج حیات انسانی کا ذوق مفقود ہے۔ صاف ستھری پاکیزہ زندگی گزارنے کا ذوق بھی مفقود ہے۔ امریکہ، یورپ اپنی عروج و ترقی کی منزلوں کے باوجود انسانی زندگی کا ذوق پیدا نہیں کرسکے۔ آج بھی وہاں مشینوں کی کثرت کے باوجود انسان کی ضرورت محسوس کی جاتی ہے۔ اور اس کو مرکزی اہمیت حاصل ہے۔ خوب یاد رکھئے کہ یہاں جو آپ کے اساتذہ ہیں۔ انہیں سے آپ کا کام چلے گا۔ انہیں ٹمٹماتے ہوئے چراغوں سے آپ کا چراغ زندگی روشن ہوگا۔ انہیں سے آپ اپنے دل کا چراغ منور کریں گے، آپ یہ چاہیں۔ کہ کسی اور طریقے سے یا دوسرے چراغوں سے اپنی زندگی اور دل کے چراغ روشن کرلیں تو یہ ناممکن ہے، خوب سمجھ لیجئے کہ ان ہی اساتذہ کی محفلوں میں شرکت کرکے آپ صحیح ذوق وشوق پیدا کرسکتے ہیں۔ لیکن شرط یہ ہے کہ آپ اعتماد اور ایک حد تک اعتقاد اور اتحاد کے ساتھ بیٹھیں۔ یاد رکھئے کہ مخلص و غیر مخلص، اچھے اور برے بلکہ انسان اور غیر انسان کا فرق سمجھنے کے لئے کہیں بھی اصول وضوابط منضبط نہیں ہوئے۔ بلکہ یہ بات صرف ذوق ہی سے معلوم ہوتی ہے۔

آج تمام مدارس میں ایک خلاء ہے۔ اور وہ یہ کہ اساتذہ و طلباء میں ربط نہیں ہے بلکہ ان کے درمیان ایک خلیج حائل ہے۔ اور وہ صرف درس کے اساتذہ اور درس کے طلباء ہوکر رہ گئے ہیں، اس خلاء کو پُر کر دینے کی اور اس خلیج کو پاٹنے کی ضرورت ہے اسی میں مدارس کی کامیابی و ترقی مضمر ہے۔

(بشکریہ پندرہ روزہ تعمیر حیات لکھنؤ)

بیگار کیمپوں کا مظلوم طبقہ

مرکزی جمعیت اتحاد القراء پاکستان کے جنرل سیکرٹری و جمعیت علماء اسلام شہر قصور کے ناظم عمومی مولانا قاری محمد شریف قصوری نے صوبائی گورنر کے حکم پر مغربی پاکستان کے مختلف اضلاع میں وسیع پیمانے پر قائم بیگار کیمپوں کے مکمل انسداد کے سلسلے میں صوبائی پولیس کی موجودہ مہم اور بالخصوص خیرپور ڈویژن کے حساس اور انسانیت دوست آفیسر ڈی۔آئی۔جی کی مجاہدانہ سرگرمیوں اور مخلصانہ کوششوں کا پرجوش خیر مقدم کرتے ہوئے اسے ملکی تاریخ کا بہت بڑا کارنامہ قرار دیا۔ آپ نے بیگار کیمپوں میں نظربند ہزاروں مظلوم انسانوں اور معصوم بچوں سے جبری مشقت اور مزید براں ان پر ظالم اور درندہ صفت ٹھیکیداروں اور خرکاروں کے انسانیت سوز مظالم اور وحشیانہ سلوک کی شدید مذمت کرتے ہوئے حکومت سے پرزور مطالبہ کیا ہے۔ کہ بیگار کیمپوں کے سلسلے میں ماخوذ ٹھیکیداروں اور خرکاروں کے خلاف تمام مقدمات جرگہ سپرد کرکے اس مذموم کاروبار میں شریک تمام افراد کو سزائے موت دی جائے۔ آپ نے ملک کے بعض ممتاز مذہبی رہنماؤں کی اس تجویز کی پرجوش حمایت کی کہ بیگار کیمپوں کے ٹھیکیداروں وغیرہ کی تمام جائداد ضبط کرکے ان کے چنگل سے نجات پانے والے ستم رسیدہ انسانوں اور نوعمر بچوں میں تقسیم کردی جائے اغوا اور بردہ فروشی کو انسانی تاریخ کا بدترین اور شرمناک فعل قرار دیتے ہوئے مولانا نے کہا کہ اغوا اور بردہ فروشی نہ صرف انسانی اور اخلاقی بلکہ مذہبی اعتبار سے بھی ایک سنگین اور ناقابل معافی جرم ہے۔ آپ نے اپیل کی کہ بیگار کیمپوں اور بردہ فروشوں کا خاتمہ ہر اعتبار سے ایک اہم انسانی اور قومی مسئلہ ہے۔ جس کے حل کے لئے ملک بھر کی دینی، سماجی اور سیاسی جماعتوں اور تنظیموں کو حکومت اور پولیس سے بھرپور تعاون کرنا چاہئیے۔

ضروری اعلان

بعض احباب کے استفسار کے جواب میں گذارش ہے کہ مسمیٰ عبدالغنی صاحب جنہوں نے گذشتہ دنوں کوئی وظائف کا اشتہار چھپوا کر ان کو بھیجا ہے اور منگوانے کا پتہ مولوی عبدالغنی خادم مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور مشتہر کیا ہے۔ سو اس سلسلہ میں عرض ہے کہ یہ عبدالغنی صاحب نہ تو کبھی پہلے خادم مقرر کئے گئے تھے نہ اب شیرانوالہ مسجد کے خادم ہیں۔ بلکہ انجمن خدام الدین اور امیر انجمن اور امیر موصوف کے اعزہ و متعلقین سے کبھی بھی کوئی خصوصی تعلق نہیں رہا نہ اب ہے۔

لہذا تمام اصحاب کو مطلع کیا جاتا ہے کہ مطبوعات انجمن خدام الدین اور اشتہار وظائف مسنونہ کے سلسلہ میں صرف ناظم انجمن ہی سے جملہ خط وکتابت کی جائے۔ المعلن : ناظم انجمن

لاہور سے لندن

کاروان حج لندن کی ایک منی بس (MINI BUS) ۲۰ رجون ۱۹۶۷ء کو لاہور سے لندن جارہی ہے۔ کرایہ -/۹۰۰ روپے ہے۔ مزید معلومات راؤ شمشیر علی خاں، احمد نگر تحصیل وزیرآباد ضلع گوجرانوالہ سے حاصل کریں۔ جن اصحاب کے پاس ویزا اور پاسپورٹ ہوگا وہی سفر کرسکیں گے۔

تیسری سالانہ سیرت کانفرنس

جمعیتہ علماء اسلام سرگودہا کے زیر اہتمام امسال بھی حسب سابق سیرت کانفرنس یکم ۲-۳ ستمبر ۱۹۶۷ء بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار منعقد ہورہی ہے جس میں ملک کے مشہور ومعروف علماء کرام ومشائخ عظام شرکت فرمائیں گے۔

محمد صادق ناظم دفتر

بچوں کا صفحہ

اسلامی زندگی کا مقصد

تسنیم خالدہ ایف، اے

اسلامی نقطۂ نگاہ سے اسلامی زندگی کا اوّلین فرض اللہ تعالےٰ کی عبادت ہے:-

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ٥

ترجمہ: اور مَیں نے جنّ وانس کو صرف اس لئے پیدا کیا کہ وہ میری عبادت کریں۔

اللہ تعالےٰ کی عبادت کی مختلف صورتیں ہیں مثلاً عبادات، اخلاق، آداب وغیرہ۔ ہر مسلمان پر ان کی پابندی لازم ہے۔ اور وہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کے لئے جواب دہ ہو گا۔ اگر اس نے اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں کامیابی حاصل کر لی۔ تو وہ جنّت کا مستحق ہو گا۔ لہٰذا زندگی کا ثانوی نصب العین آخرت ہے۔ اسلام نے زندگی کا جو نصب العین پیش کیا ہے۔ وہ اجازت نہیں دیتا کہ آدمی دنیا کے سامانوں اور رنگینیوں میں کھو جائے۔

اگر آدمی غور کریں تو اللہ تعالےٰ نے ہم پر بے انداز رحمت کی ہے کہ اس نے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے لئے زندگی کا نمونہ بنا کر بھیجا ہے۔ آپؐ کی کتاب زندگی ہمارے سامنے روشن ہے جو اس حقیقت کو رہ رہ کر بے نقاب کرتی ہے کہ زندگی سراپا جہد وعمل ہے اور اس کا مقصود رضائے الٰہی ہے۔

نہ صرف اسلامی زندگی کا مقصد یہ ہے کہ مغربی تہذیب کو اپنائے۔ کیونکہ آج کل کے لڑکے اور لڑکیاں ٹیڈی لباس پہن کر اور ایک آدھ انگریزی کے الفاظ بول کر اپنے آپ پر بہت ہی فخر محسوس کرتے ہیں۔

اسلام نے زندگی کے جہد وعمل میں ایسا اعتدال ملحوظ رکھا ہے کہ انسان کبھی بھی نہیں تھکتا۔ اور نہ ہی ملول ہوتا ہے۔ بعض اعمال ایسے ہیں جن سے بدن کو بے شک تکان ہوتی ہے۔ لیکن ان کی تلافی کے لئے بھی ایسے اعمال ہیں جو بدنی تکان کو دُور کرتے ہیں اور روح میں نئی قوت پیدا کرتے ہیں۔ مثلاً آدمی تھک کر سستانا چاہے تو بے شک آرام سے بیٹھے لیکن بُرے خیالات دل میں نہ لائے۔ کیونکہ انسان جانتا ہے کہ شیطان ہر وقت اس کو بہکانے میں مصروف رہتا ہے اس لئے تمام خیالات شیطانی ہوتے ہیں۔ اس وقت انسان کو چاہئے کہ اللہ کو یاد کرے اور نیک خیالات کو دل میں جگہ دے۔ یہ قلبی عبادت ہے

اسلام نے ہر بے اعتدالی سے منع کیا ہے۔ یہ بے اعتدالی چاہے غم کی ہو جو نالہ و ماتم اور شور و شیون کی صورت اختیار کر لے اس کے علاوہ بے اعتدالی کھانے پینے میں ہو یا پوشاک اور رہائش میں۔ فضول خرچی کی تو دین آتی ہے وہ حرام ہے۔

اسلام زندگی کو بے کیف نہیں بناتا۔۔

اسلام میں کھیل کود کی بھی اجازت ہے۔ لیکن اس شرط کے ساتھ کہ اس میں مفید نتائج ہوں۔ موسیقی کی بھی اجازت ہے۔ لیکن صرف وہ کام جائز ہے جو اللہ تعالےٰ سے غافل نہ کرے۔ اور بُرائی کی طرف نہ اُکسائے۔ خوش آوازی اللہ کی نعمت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآنِ حکیم کو خوش الحانی کے ساتھ پڑھنے کی تاکید فرمائی ہے۔

اسلامی تہذیب کا سب سے بڑا اصول یہ ہے کہ غم اور خوشی میں اعتدال سے کام لیا جائے صرف یہی نہیں کہ انسان ذرا سا غم میں مبتلا ہو تو رونا پیٹنا شروع کر دے۔ اور تمام گھر والوں کو پریشان کرے بلکہ انسان کو اس وقت صبر سے کام لینا چاہئے۔ یہ بھی نہیں کہ انسان اگر خوشی میں مبتلا ہے تو خدا کو بھولا ہوا ہے اور فضول خرچی کر رہا ہے۔ انسان کو انسان نہیں سمجھتا۔ وہ سمجھتا ہے شاید کہ مَیں ہی تمام دنیا کا بادشاہ ہوں۔ میرے دیکھنے میں ایسے بہت سے لوگ آتے ہیں جن کے پاس تھوڑی سی دولت زیادہ آگئی۔ تو لگے بس اپنے آپ کو بادشاہ تصوّر کرنے۔ وہ نہیں سوچتے کہ ہم نے بھی خدا کے پاس جانا ہے۔ ہمیں بھی سوالوں کے جواب دینے ہیں۔

اس دنیا میں لوگوں کو صرف دولت چاہئے وہ دولت کو ہی سب کچھ سمجھتے ہیں۔۔ ایسے لوگوں کو اپنی امیری پر ناز ہوتا ہے وہ یہ نہیں سمجھتے کہ یہ دولت تو آنی جانی ہے آج میرے پاس ہے کل کسی کے پاس ہو گی۔ بلکہ یہ زندگی فانی ہے۔ اس زندگی پر عمل کریں۔ اور اپنے اعمالوں کو درست بنائیں۔

آج کل کی دنیا عریانی میں راحت ڈھونڈتی ہے۔ لیکن وہ نہیں جانتے کہ ہم سب فریب میں مبتلا ہیں۔ اس راحت کی مثال افیون کی مانند ہے۔ جو اندر ہی اندر بدن کو گھن کی طرح کھا جاتی ہے۔ پھر بھی ایسی طلسم کار ہے کہ جب تک قانون اس کے مقابلے پر نہ اٹھے۔ لوگوں کو اسیرِ فریب کئے جاتی ہے۔ لیکن میرے خیال میں جو راحت اللہ تعالےٰ کے ذکر سے حاصل ہوتی ہے اُس کا گہرا اور دیرپا اثر ہوتا ہے اس سے اعصابی اور قلبی قوت حاصل ہوتی ہے جو مردانہ اوصاف اور دینی کمالات کی کفیل ہے۔

موجودہ دَور میں قلبی کمزوری کی بڑی وجہ یہ ہے کہ لوگوں کو قلبی سکون حاصل نہیں ہے۔ وہ راحت حاصل کرنے کے لئے مادی سامانوں کے پیچھے دَوڑتے ہیں لیکن انہیں اس سے حقیقی راحت کیسے حاصل ہو سکتی ہے کیونکہ غم کو کوئی آدمی نہیں مٹا سکتا ہے۔ اور نہ اس کو جڑ سے مٹانے کی مجنونانہ کوشش کرنی چاہئے۔ غم نہ ہو تو انسان بے پروا، غافل اور غیر ذمہ دار ہو جائے۔

لیکن غم کا مطلب یہ نہیں کہ آدمی اپنی زندگی کو سراپا ماتم بنا لے اور اس کے ہاتھوں مغلوب ہو کر ناکارہ ہو جائے۔

(بس اے لوگو!) اللہ تعالےٰ سے ڈرو۔ اور آپس میں تعلقات درست رکھو۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو۔ اگر تم سچے مومن ہو۔

تمنّا

غلام مصطفےٰ حسؔن رشیدی منٹگمری

تمنّا ہے یہ مدّت سے دیارِ یار دیکھیں گے
مدینہ کے کبھی ہم بھی در و دیوار دیکھیں گے

سکونِ دل کی دولت جس جگہ سے ہاتھ آتی ہے
مکینِ گنبدِ خضراء کا وہ دربار دیکھیں گے

جہاں پر ہر گھڑی انوار کی بارش برستی ہے
کبھی وہ محسنِ اعظم کا لالہ زار دیکھیں گے

میرے آقا شبِ فرقت ہو یا کہ روزِ محرومی
کہاں تک کش مکش ان کی تیرے بیمار دیکھیں گے

خوشی کی انتہا کوئی نہ ہو گی بالیقیں اس دن
حسؔن جس دن رسولِ پاکؐ کا دربار دیکھینگے

•

۲۶ مئی ۱۹۶۷ء

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

The Weekly "KHUDDAMUDDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

ٹیلیفون ۶۷۵۴۵

منظور شدہ محکمۂ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ ر مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۳۷-۸۱-۲۴ مورخہ ۷ ر ستمبر ۱۹۵۶ء (۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری DD۹-۲-۷۶۹/۳۹ مورخہ ۲۴ ر اگست ۱۹۶۴ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر G/۲۶۴-۳۱۰-۵ مورخہ ۱۳ ر مارچ ۱۹۶۷ء

خواتینِ عرب کا استقلال

ایک ماں کا استقلال

شبلی نعمانی

مسند آرائے خلافت جو ہوئے ابن زبیرؓ
ابنِ مروان نے حجّاج کو بھیجا پئے جنگ

حرم کعبہ میں محصور ہوئے ابنِ زبیرؓ
دامنِ عرش ہُوا جاتا تھا آلودۂ گرد

تھا جو سامانِ رسد چار طرف سے مسدود
جب یہ دیکھا کہ کوئی ناصر و یاور نہ رہا

جا کے کی عرض کہ اے اُختِ حریمِ نبوی!
آپ فرمایئے اَب آپ کا ارشاد ہے کیا؟

صُلح کر لوں یا چلا جاؤں حرم سے باہر؟
بولی وہ پردہ نشینِ حرمِ سرِّ عفاف

یہ زمیں ہے وہی قربان گہِ اسمٰعیلؑ
ماں سے رخصت ہوئے یہ کہہ کے بہ آدابِ و نیاز

پہلے ہی حملے میں دُشمن کی پلٹ دیں فوجیں
منجنیقوں سے برستے تھے جو پتھر پیہم

خُون ٹپکا جو قدم پر تو کہا از رہِ فخر
اِس گھرانے نے کبھی پشت پہ کھایا نہیں زخم

زخم کھا کھا کے لڑے جاتے تھے مگر کب تک
لاش منگوا کے جو حجّاج نے دیکھی تو کہا

لاش لٹکی رہی سولی پہ کئی دن لیکن
اتفاقات سے اِک دِن جو اُدھر جا نکلیں

سب نے بیعت کے لئے ہاتھ بڑھائے یکبار
جس کی تقدیر میں مرغانِ حرم کا تھا شکار

فوجِ بے دین نے کیا کعبۂ ملّت کا حصار
بارشِ سنگ سے اُٹھتا تھا جو رہ رہ کے غبار

ہر گلی کوچہ بنا جاتا تھا اِک کُنجِ مزار
ماں کی خدمت میں گئے ابنِ زبیرِ آخر کار

نظر آتے نہیں اب حُرمتِ دیں کے آثار
کہیں ہوں آپ کا اک بندۂ فرماں بردار

یا یہیں رہ کے اسی خاک پہ ہو جاؤں نثار؟
"حق پہ گر تو ہے تو پھر صلح ہے مستوجبِ عار

فدیۂ نفس ہے خُود دینِ خلیلی کا شعار"
آپکے دُودھ سے شرمندہ نہ ہوں گا زنہار

جس طرف جاتے تھے یہ ٹوٹتی جاتی تھی قطار
ایک پتھر نے کیا آکے سر و رُخ کو فگار

"یہ ادا وہ ہے کہ ہم ہاشمیوں کا ہے شعار
خُون ٹپکے گا تو ٹپکے گا قدم پر ہر بار"

آخر الامر گرے خاک پہ مجرُوح و نزار
اس کو سولی پہ چڑھاؤ کہ یہ تھا قابلِ دار

ان کی ماں نے نہ کیا رنج و الم کا اظہار
دیکھ کر لاش کو بے ساختہ بولیں یکبار

"ہو چکی دیر کہ منبر پہ کھڑا ہے یہ خطیب
اپنے مرکب سے اُترتا نہیں اب بھی یہ سوار"

فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام عبیداللہ انور پرنٹر اینڈ پبلشر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا